فہرست

لمعات:

(صلوٰۃ موقت اور غلام احمد پرویز)	ادارہ	3
کچھ جنوں بھوتوں کے بارے میں	عطاء الحق قاسمی	11
لاالہ الا اللہ	آصف جلیل، کراچی	16
تحریک طلوع اسلام کا ایک منفرد نظریہ	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	22
سبعہ احرف	عبدالکریم اثری	29

ENGLISH SECTION

JIHAD IS NOT TERRORISM (SLAVERY)
by Ghulam Ahmad Parwez
English Rendering by Shahid Chaudhry 1
LAND REFORMS
By Saima Hameed 6

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

صلوٰۃ مؤقت اور غلام احمد پرویزؒ

غلام احمد پرویزؒ اپنی تصنیف شاہکارِ رسالت میں صفحہ 55 اور 56 پر لکھتے ہیں:

(1) میرا تعلق کسی فرقے سے نہیں' اس لئے میں نے جو کچھ لکھا ہے' اس سے نہ کسی فرقہ کی جانبداری مقصود ہے نہ کسی کی مخالفت۔

(2) میرے نزدیک دین میں سند اور حجت' خدا کی کتاب (قرآنِ مجید) ہے۔ جو کچھ اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں اسے قرآنی معیار پر پرکھتا ہوں۔ جسے' اپنی بصیرت کے مطابق' قرآن کے مطابق پاتا ہوں اسے صحیح قرار دیتا ہوں جو اس کے خلاف نظر آئے' اسے غلط سمجھتا ہوں۔ مجھے کسی کی دلآزاری مقصود نہیں' لیکن اگر کوئی اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ اس کے کسی ایسے عقیدہ یا نظریہ کو' جسے میں قرآن کے خلاف پاتا ہوں' غلط کیوں ٹھہرایا جاتا ہے' تو اس کے لئے میں معذور ہوں۔۔۔ قرآن کی رو سے کتمانِ حقیقت جرمِ عظیم ہے اور منافقت' انتہائی دنائت۔

(3) ہر فرقہ اپنے نظریات و معتقدات کو اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ان میں سے جس نظریہ یا عقیدہ کو میں' قرآن کے خلاف پاتا ہوں' اس کے متعلق' بنا بر احتیاط و احترام' یہ سمجھتا اور کہتا ہوں کہ ان بزرگوں کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ وہ کوئی ایسا نظریہ یا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے تھے' جو قرآن کے خلاف ہو لیکن اگر ان کے متبعین اس پر اصرار کریں کہ ان کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے' انہوں نے ایسا ہی کہا یا کیا تھا' تو میں کہہ دیا کرتا ہوں کہ ایسا کہنا آپ کو مبارک۔ میں ان کے متعلق سوءِ ظن سے کام نہیں لینا چاہتا' میں ان کا احترام کرتا ہوں۔

(4) اور آخری بات یہ کہ (جیسا کہ میں اپنی ہر تصنیف میں اس کا اعتراف اور اعلان کیا کرتا ہوں کہ میں نہ اپنی بصیرت کو سہو و خطا سے منزّہ سمجھتا ہوں' نہ اپنے فہمِ قرآن کو حرفِ آخر۔ میں قرآنِ مجید کا ایک ادنیٰ طالب العلم ہوں۔ اس سے زیادہ' نہ میرا کوئی دعویٰ ہے

نہ مقام۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید۔

پرویز مرحوم صلوٰۃِ مؤقت کے قائل تھے جس کا ثبوت ان کی اپنی تصانیف ہیں۔ مثلاً اپنی تصنیف لغات القرآن کے صفحات 1039 تا 1041 پر لکھتے ہیں:

(الف) قرآن کریم میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں صلوٰۃ کا لفظ ایک خاص قسم کے عمل کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاۃِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَیْدِیَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَیْنِ (5:6)- ''اے ایمان والو! جب تم صلوٰۃ کے لئے کھڑے ہوتو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔'' اس کے بعد ہے کہ اگر تمہیں پانی نہ ملے تو تیمّم کرلیا کرو۔

(ب) سورۃ نساء میں ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاۃَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّىَ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ...... (4:43)- ''اے ایمان والو! تم صلوٰۃ کے قریب نہ جاؤ درآنحالیکہ تم حالت سُکر (نشہ یا نیند) میں ہو۔ تا آنکہ تم جو کچھ منہ سے کہو اسے سمجھو (کہ کیا کہہ رہے ہو)۔ اس کے بعد پھر تیمّم کا ذکر ہے۔ (بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں مساجد میں جانے کا ذکر ہے۔ لیکن یہ بحث الگ ہے)۔

(ج) نبی اکرم ﷺ سے ارشاد ہے کہ: وَإِذَا كُنتَ فِیهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَۃَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْیَأْخُذُواْ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْیَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ یُصَلُّواْ فَلْیُصَلُّواْ مَعَكَ وَلْیَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ...... (4:102)- ''اور جب تو ان کے درمیان ہو۔ پھر ان کے لئے قیام صلوٰۃ کرے۔ تو چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تیرے ساتھ کھڑا ہو، اور چاہئے کہ وہ اپنے ہتھیار لے لیں۔ پھر جب وہ سجدہ کرچکیں تو وہ تمہارے پیچھے ہوجائیں او چاہئے کہ دوسرا گروہ جنہوں نے صلوٰۃ ادا نہیں کی وہ تیرے ساتھ صلوٰۃ ادا کریں اور وہ اپنے بچاؤ (کا سامان) اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔'' اس کے بعد ہے: فَإِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلاَۃَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِیَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِیمُواْ الصَّلاَۃَ ...... (4:103)- ''پھر جب تم صلوٰۃ ادا کرچکو تو کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس طرح جی چاہے اللہ کا ذکر کرو۔ پھر جب تم اطمینان کی حالت میں ہو تو قیام صلوٰۃ کرو۔''

اس سے پہلی آیت یہ ہے: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الأَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُواْ مِنَ الصَّلاَۃِ إِنْ خِفْتُمْ أَن یَفْتِنَكُمُ الَّذِینَ كَفَرُواْ ...... (4:101)- ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو اس میں تمہارے لئے

حرج کی بات نہیں کہ تم صلوٰۃ کو کم کرلو اگر تمہیں ڈر ہو کہ کفار (مخالفین) تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔'' اس ضمن میں (2:239) بھی دیکھئے۔

(د) سورۃ مائدہ میں ہے: وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُواً وَلَعِباً...... (5:58)۔ ''اور جب تم صلوٰۃ کے لئے آواز دیتے ہو تو (مخالفین) اسے ہنسی اور مذاق (کھیل) بنا لیتے ہیں۔'' سورۃ الجمعۃ میں ہے: نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ O (62:9-10)۔ ''جب جمعہ کے دن (یا اجتماع کے وقت) صلوٰۃ کے لئے بلایا جائے تو ''اللہ کے ذکر'' کی طرف جلدی آ جایا کرو اور کاروبار کو چھوڑ دیا کرو۔ اگر تمہیں (اس کی اہمیت کا) علم ہو (تو تم اس حقیقت کو محسوس کر لو گے کہ) یہ تمہارے لئے (کس قدر) بہتر ہے۔ پھر جب صلوٰۃ ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔ اور ''اللہ کا بہت ذکر کرو''۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''...... اس کے بعد ہے کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں جب کاروبار یا کھیل تماشا نظر آ جاتا ہے تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ ان سے کہو کہ جو کچھ اللہ کے ہاں سے تمہیں مل سکتا ہے وہ کھیل اور کاروبار سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (62:11)۔

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ ان اجتماعات کے لئے بھی آیا ہے جنہیں عام طور پر نماز کے اجتماعات کہا جاتا ہے۔

ماہنامہ طلوع اسلام نومبر و دسمبر 1961ء میں صفحہ 12 پر پرویزؒ رقم طراز ہیں:۔

(1) اسلام نام ہے زندگی کے ہر شعبے میں احکام خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کا۔ ان کی پوری پوری اطاعت کرنے کا۔ نماز' اس طرح سرِ تسلیم خم کرنے کا عملی اعتراف اور محسوس مظاہرہ ہے۔ خدا کے سامنے سر جھکا دینے (سجدہ ریز ہو جانے) سے انسان اس امر کا اقرار (یا اظہار) کرتا ہے کہ وہ اپنے ہر ارادے' فیصلے اور عمل میں اس کے احکام کی اطاعت کرے گا۔ جس کا دل' جذبات فرماں پذیری اور اطاعت گزاری سے لبریز ہو' اس کا سر خود بخود خدا کے حضور جھک جائے گا اور جو خدا کے حضور سر جھکانے میں عار یا سبکی محسوس کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کیا کرے گا؟ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ جو شخص زندگی کے مختلف شعبوں میں قوانین خداوندی

سے سرکشی برتتا ہے' اس کا نماز میں رسمی طور پر سر جھکا دینا' مقصد صلوٰۃ کو پورا نہیں کرسکتا۔

(2) نماز فارسی (بلکہ پہلوی) زبان کا لفظ ہے جو اہل ایران کے قدیم طریق پرستش کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں یہ لفظ' اجتماعات صلوٰۃ کے لئے استعمال کر لیا گیا اور اب ہمارے ہاں یہی لفظ مروج ہے (میں سمجھتا ہوں کہ جو اصطلاحات قرآن کریم نے مقرر کی ہیں انہیں اسی طرح استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے) قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے جو معنوی اعتبار سے بڑا وسیع اور جامع ہے۔ اس کے بنیادی معنی کسی کا اتباع یا اطاعت ومحکومیت اختیار کرنا ہے۔ قرآن کریم نے اس لفظ کو نماز کے اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ لہٰذا جب ہم نماز کا لفظ بولیں گے تو اس کا مطلب صرف نماز ہوگا لیکن جب صلوٰۃ کا لفظ استعمال کریں گے تو اس میں نماز بھی آ جائے گی اور اس کے علاوہ اور مفہوم بھی۔ میں نے اکثر مقامات پر اس کی صراحت کر دی ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ نماز کے اجتماعات کے لئے بھی قرآن کریم میں آیا ہے۔ مثلاً لغات القرآن میں لفظ صلوٰۃ (مادہ ص۔ل۔و (ی) کے تحت آپ کو یہ عبارت ملے گی۔

صلوٰۃ کے جو مختلف مفاہیم اوپر بیان ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ ایک عبد مومن' زندگی کے جس گوشے میں بھی قوانین خداوندی کے مطابق اپنے فرائض منصبی ادا کرتا ہے وہ فریضہ صلوٰۃ ہی کو ادا کر رہا ہوتا ہے۔ اس کے لئے وقت' مقام یا شکل کا تعین ضروری نہیں لیکن قرآن کریم میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں صلوٰۃ کا لفظ ایک خاص قسم کے عمل کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم کی وہ آیات دی گئی ہیں جن میں صلوٰۃ کا لفظ نماز کے لئے آیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے:

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ ان اجتماعات کے لئے بھی آیا ہے جنہیں عام طور پر نماز کے اجتماعات کہا جاتا ہے۔ (نماز کا لفظ عربی زبان کا نہیں۔ پہلوی زبان کا ہے)۔

اس کے بعد ارکان صلوٰۃ کی اہمیت کے سلسلے میں لکھا ہے:

انسان اپنے جذبات کا اظہار جسم کے اعضا کی

محسوس حرکات سے بھی کرتا ہے اور یہ چیز اس میں ایسی راسخ ہو چکی ہے کہ اس سے یہ حرکات خود بخود سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ غم و غصہ، خوشی، تعجب، عزم و ارادہ، ہاں اور نہ، وغیرہ قسم کے جذبات اور فیصلوں کا اظہار، انسان کی طبعی حرکات سے بلا ساختہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت جذبات، عزت واحترام اور اطاعت وانقیاد کے اظہار کی ہے۔ تعظیم کے لئے انسان کا سر بلا اختیار نیچے جھک جاتا ہے۔ اطاعت کے لئے ''سرتسلیم خم'' ہو جاتا ہے۔ اگر چہ قرآن کریم عمل کی روح اور حقیقت پر نگاہ رکھتا ہے اور محض (Formalism) کو کوئی وزن نہیں دیتا، لیکن جہاں کسی جذبہ کی روح اور حقیقت کے اظہار کے لئے (Form) کی ضرورت ہو، اس سے روکتا بھی نہیں۔ بشرطیکہ اس (Form) ہی کو مقصود بالذات نہ سمجھ لیا جائے۔ صلوٰۃ کے سلسلہ میں قیام وسجدہ وغیرہ کی جو عملی شکل ہمارے سامنے آتی ہے وہ اسی مقصد کے لئے ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ان جذبات کا اظہار اجتماعی شکل میں ہوگا تو اظہار جذبات کی محسوس حرکات میں ہم آہنگی کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے، ورنہ اجتماع میں انتشار ابھرتا دکھائی دے گا۔ احترام و عظمت، انقیاد واطاعت اور فرماں پذیری وخود سپردگی کے والہانہ جذبات کے اظہار میں نظم و ضبط کا ملحوظ رکھنا بجائے خویش بہت بڑی تربیت نفس ہے۔

مفہوم القرآن میں قرآنی اصطلاحات کے ضمن میں لکھا گیا ہے:

قرآن کریم کی ایک خاص اصطلاح ''اقامت صلوٰۃ'' ہے جس کے عام معانی نماز قائم کرنا یا نماز پڑھنا کے ہیں۔ اس لئے صلوٰۃ میں، قوانین خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہوگا۔ بنا بریں اقامت صلوٰۃ سے مفہوم ہوگا ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں قوانین خداوندی کے اتباع کا تصور، محسوس اور سمٹی ہوئی شکل میں سامنے آ جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس مقام پر اقامت صلوٰۃ سے مراد اجتماعات نماز ہیں اور کس مقام پر قرآنی نظام یا معاشرہ کا قیام۔ مفہوم القرآن میں یہ معانی اپنے اپنے مقام پر

واضح کر دیئے گئے ہیں۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ میں نے صلوٰۃ کے معنی نماز اور اقامت صلوٰۃ کے معنی اجتماعات صلوٰۃ کا قیام واضح الفاظ میں دیئے ہیں اور اس سے مراد وہی نماز ہے جسے ہم پڑھتے ہیں۔

(3) ایک مقام پر نہیں' متعدد مقامات پر اور ایک مرتبہ نہیں' متعدد بار اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امت کے مختلف فرقے جس جس طریق سے نماز پڑھتے چلے آ رہے ہیں ان میں کسی قسم کا رد و بدل کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے میں فرقہ اہل قرآن سے بھی اختلاف رکھتا ہوں جنہوں نے اپنے لئے الگ نماز تجویز کر رکھی ہے۔ البتہ میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں میں پھر سے خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام ہو جائے اور وہ تمام امت کے لئے نماز کی ایک ہی شکل تجویز کر دے تو یہ امت میں وحدت پیدا کرنے کے لئے بڑا موثر اقدام ہو گا۔ یہ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ عہد رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ میں' امت ایک ہی طریق پر نماز ادا کرتی ہو گی۔ اس وقت امت میں وحدت تھی۔ اس لئے جب ہم پھر سے اسی عہد سعادت مہد کی طرف رخ کریں گے تو امت میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش بھی ضرور کرنی ہو گی اور نماز اس کا بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اب امت میں وحدت پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں' تو میں اس سے بحث نہیں کرتا۔

نماز کی اہمیت کے متعلق اپنی تصنیف ''منزل بہ منزل'' میں صفحات 36-35 پر آپؒ لکھتے ہیں:

''میں نے ایسی باتیں بھی سنی ہیں کہ بعض اراکین بزم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اب جو اسلام کو سمجھا ہے' اس کی بناء پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا ''طلوع اسلام'' نے آپ کو یہی تعلیم دی ہے کہ نماز نہ پڑھنے پر فخر کرو؟ آپ نے غیر قرآنی روش زندگی کو تو نہ چھوڑا' اور اس کے بجائے اس قسم کی باتیں کرنے لگ گئے اور ستم بالائے ستم کہ اپنے آپ کو طلوع اسلام کی تحریک سے وابستہ ظاہر کر کے ایسی باتیں کرنے لگے۔ طلوع اسلام پر آخر یہ کتنا بڑا الزام ہے جو آپ نے عائد کر دیا۔

ذاتی طور پر مجھ میں بھی کمزوریاں ہیں اور میں ہمیشہ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہوں لیکن یہ انتہائی ظلم ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کے لئے جواز کی صورتیں تلاش کرنے لگ جائیں۔ آپ قرآنی

نظریات کے خلاف سب کچھ کر رہے ہیں۔ تجارت' کاروبار' شادی' رشتے ناطے سب کچھ ہو رہا ہے۔ بینک بیلنس برابر قائم ہیں۔ قرآن کے مطابق انہیں بدلنے کے لئے آپ کے ذہن میں کبھی کچھ نہیں آیا۔ پھر نماز کے بارے میں ایسا کیوں ہے؟ (بعض گوشوں سے آوازیں آئیں کہ یہ بھی ہمارے مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے جو طلوع اسلام کی تحریک سے وابستگی ظاہر کر کے اس قسم کی باتیں مشہور کرتے رہتے ہیں۔ محترم پرویز صاحب نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا) ہم معاشرے میں اصلاح کا آغاز اپنے گھروں سے ہی کر سکتے ہیں لیکن اگر پہلے خود ہی نماز روزہ چھوڑ دیں تو پھر اصلاح کس طرح ہو گی؟ خدارا اپنے قول و عمل کو بصیرت' علم اور خلوص پر مبنی رکھئے۔ ''مقدس بہانے'' تلاش نہ کیجئے بلکہ اعتراف کیجئے اپنی کمزوریوں کا۔ ہم نے قرآنی معاشرہ قائم کرنا ہے جو صرف نیک اور پاکباز زندگی بسر کرنے سے قائم ہو سکے گا۔

'طلوع اسلام' مئی 1959ء کے صفحہ 14 پر آپؒ نے واضح کیا ہے:

''ہماری ہر محفل میں الصلوٰۃ کا بحیثیت نظام جس طرح بار بار ذکر آتا ہے اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہونے پائے کہ ہم نماز کے وقتی اجتماعات کی اہمیت کے قائل نہیں۔ ...... صلوٰۃ کا وقتی اجتماع بھی قرآن ہی کا ارشاد ہے اور یہ الصلوٰۃ کے عالم آراء نظام ہی کی سمٹی ہوئی تصویر ہے۔ جو شخص نماز کی اہمیت کو کم کرتا ہے وہ طلوع اسلام کے خلاف فتنہ و شرارت کا محرک ہے اور ایسی مذموم حرکت کسی طرف سے نہ تو دانستہ ہونی چاہئے اور نہ نادانستہ۔''

یہ امر نہایت حیران کن اور فکر انگیز ہے کہ ان تمام تصریحات اور وضاحتوں کے باوجود اور اس کے باوجود کہ ادارہ طلوع اسلام کے ریکارڈ میں پرویز صاحب کی نماز ادا کرتے ہوئے ویڈیو فلم موجود ہے اور بہت سے ایسے عینی شاہد حیات ہیں جو ان کے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہے ہیں' بعض لوگ یہ پراپیگنڈہ کر کے کہ وہ نماز کے قائل نہیں تھے' پرویز صاحب اور فکرِ پرویز سے' دانستہ یا نادانستہ' دنیا کے مسلمانوں کو متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ پراپیگنڈہ بہت مذموم اور شرانگیز ہے۔ اس سے احتراز کرنا اشد ضروری ہے۔

جیسا کہ پرویز صاحب نے اوپر صراحتاً بیان فرمایا ہے' قرآن کریم کی ایک اصطلاح ''اقامتِ صلوٰۃ'' ہے جس کے عام معنی نماز قائم کرنا' یا نماز پڑھنا کے ہیں۔ اس لئے صلوٰۃ میں قوانین خداوندی کے اتباع کا مفہوم

شامل ہوگا۔ بنابریں اقامتِ صلوٰۃ سے مفہوم ہوگا ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانینِ خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں قوانینِ خداوندی کا تصور محسوس اور سمٹی ہوئی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تدبر کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ کس مقام پر اقامتِ صلوٰۃ سے مراد اجتماعاتِ نماز ہیں اور کس مقام پر قرآنی نظام یا معاشرہ کا قیام۔

یہ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ عہد رسالت مآب ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں امت ایک ہی طریق پر نماز ادا کرتی ہوگی۔ اس وقت امت میں وحدت تھی اس لئے جب ہم پھر سے اسی عہد سعادت مہد کی طرف رخ کریں گے تو امت میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش ضرور کرنی ہوگی اور نماز اس کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لہٰذا نماز کو جس کی فرضیت پر پوری دنیا کے مسلمان متفقہ اور متحدہ طور پر قائل ہیں بلاجواز اور بلاوجہ اختلافی مسئلہ بنا کر مسلمانوں کے اندر انتشار برپا کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے مندرجہ ذیل اشعار کو امت کی راہنمائی اتحاد و اتفاق اور وحدت اور حیاتِ نو کے لئے ذریعہ بنانا چاہئے:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہوگیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25 بی گلبرگ 2 لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت 300/- روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف 150/- روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزنِ دیوار سے

عطاء الحق قاسمی

attaul.haq@janggroup.com.pk

کچھ جنوں بھوتوں کے بارے میں

میں نے حال ہی میں ایک لطیفہ کہیں پڑھا ہے جس کے مطابق چند بچے ایک گراؤنڈ میں کھیل رہے تھے کہ اچانک ایک بچہ نمودار ہوا اور اس نے انہیں زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ اس پر بچوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ایک پریشان حال بچے نے سہمے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا ''تم کون ہو؟'' اس نے جواب دیا ''میں جن کا بچہ ہوں'' یہ سن کر بچے نے کہا ''اچھا اچھا تم وہی ہو جس کے بارے میں ابھی مسجد سے اعلان ہو رہا تھا کہ جن کا بچہ ہے آ کر لے جائیں'' مجھے جب سائیکاٹری ڈیپارٹمنٹ میو ہسپتال کے سربراہ ڈاکٹر ریاض بھٹی کا فون آیا کہ آپ نے ساتویں انٹرنیشنل سائیکاٹرک کانفرنس میں اظہار خیال کرنا ہے تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے کہ موضوع جنوں بھوتوں کے وجود کے حوالے سے تھا۔ ہمارے اردگرد بلیک واٹر وغیرہ کے بہت سے بھوت منڈلاتے رہتے ہیں اور یوں ہر دم دھڑکا لگا رہتا ہے کہ یہ کہیں ہمیں بغیر ویزہ کے امریکہ کی ''سیاحت'' پر نہ لے جائیں' چنانچہ ہم لوگوں کو جنوں بھوتوں کا ذکر ہمیشہ بہت محتاط انداز میں کرنا پڑتا ہے' ان جنوں بھوتوں کے علاوہ وہ جن بھی ہیں جن کے متعلق ہم سنتے رہتے ہیں کہ وہ فلاں کو چمٹ گیا ہے' کئی عاشق مزاج جنوں کے بارے میں یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ موصوف کسی لڑکی پر عاشق ہو گئے ہیں اور جب وہ جن اس کے وجود میں سماتا ہے تو وہ غیر معمولی حرکتیں کرنے لگتی ہے۔ یہ جن نکالنے کے لئے ''چوکی'' بنائی جاتی ہے عورتیں ڈھولک بجاتی ہیں اور جن کی محبوبہ اس پر حال کھیلتی ہے' اہل خانہ اس صورتحال سے پریشان ہو کر کسی عامل کی تلاش میں نکلتے ہیں اس عامل کو اگر اپنے عمل کے لئے خلوت میسر آ جائے تو وہ یہ جن خود نکال دیتا ہے یا خاندان کے سمجھدار بزرگ اس کی شادی کر دیتے ہیں جس پر اس کا عاشق نامراد جن آزردگی اور افسردگی کے عالم میں گریبان چاک کر کے جنگلوں کی طرف نکل جاتا ہے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کرتا۔

جنوں کے موضوع پر اظہار خیال میں ایک رکاوٹ ایسی ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی سے ایمان سے ہاتھ

دھونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے کیونکہ جنوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور یوں ان پر ایمان ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ قرآن میں عاملوں اور موکلوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے ہمارے پورے پاکستانی معاشرے کو توہمات میں مبتلا کر کے اس کے استعمال کو اپنی روزی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ عامل تو وہ ہوتا ہے جو جن نکالتا ہے اور موکل آپ سمجھ لیں ایک چھوٹا جن ہے جو عامل کے ''پے رول'' پر ہوتا ہے اور یوں اس کے احکام کی اسی طرح تعمیل کرتا ہے جس طرح بیوروکریسی کے ''موکل'' اپنے ''عامل'' کی ہر جائز و ناجائز ''فائل'' کو اپروو'' کرتے چلے جاتے ہیں۔ عامل کے پاس معاشرے کی ناانصافیوں، محرومیوں اور جہالت کے ماحول میں پروردہ لوگ آتے ہیں جو ذہنی بیماریوں کی زد میں آئے ہوتے ہیں۔ ان کی اس پریشان حالی اور پریشان خیالی کو کسی جن کی حرکت قرار دے کر تین جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اول اس مظلوم کا ''جن'' نکالنے کے لئے اسے بہت بری طرح زدوکوب کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس تشدد کی وجہ سے وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اگر وہ خاتون ہے تو عامل کے ہاتھوں اس کی عزت بھی داغدار ہوسکتی ہے۔ دوم ورثاء کی دولت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے اور سوم اصل مجرم یعنی غیر منصفانہ نظام کو جس نے اسے ذہنی بیماریوں میں مبتلا کیا بے گناہ قرار دے کر سارا ملبہ بیچارے جن پر ڈال دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح 1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ کے اصل مجرموں یعنی جی ایچ کیو کی قیادت کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے ہماری مذہبی جماعتوں نے عوام کے غیظ وغضب کا رخ جرنیلوں کی بجائے شراب کی دکانوں کی طرف موڑ دیا اور عوام شراب کی بوتلیں توڑ کر مطمئن ہو گئے کہ انہوں نے اسلامی تاریخ کے سب سے بڑے سانحہ کا حساب چکا دیا ہے جو لوگ ذہنی بیماریوں کا ذمہ دار جنوں کو ٹھہراتے ہیں اور یوں جعلسازوں اور فراڈیوں کے لئے راستہ صاف کرتے ہیں ان سے میری گزارش ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی کیس پہلے کسی عامل اور پھر کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جائیں اور پھر دیکھیں کہ ان دونوں میں سے ان کا ''جن'' کون نکالتا ہے تاکہ اس ضمن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

میں جانتا ہوں یہ موضوع ایسا نہیں ہے جس پر سرسری اظہار خیال کیا جائے مگر عالمانہ اظہار خیال تو مقالوں میں ہوتا ہے۔ کالم میں تو کالمانہ اظہار خیال ہوسکتا ہے، بس اتنا جان لیں کہ انسانی ذہن کی کارستانیاں اتنی زیادہ ہیں کہ فی الحال مکمل طور پر ہمیں ان کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے والد ماجد کا آپریشن تھا، انہیں انستھیز یا زیادہ دے دیا گیا جس کی وجہ سے ہوش میں آنے کے دوران ان کا انداز اتنا جارحانہ ہوگیا کہ اسی سال کی عمر میں چھ تگڑے نوجوانوں کے لئے بھی انہیں قابو کرنا ممکن نہ رہا۔

اسی طرح جن مریضوں کے جارحانہ عمل اور اس دوران ان میں بے پناہ جسمانی طاقت نظر آنے پر ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان پر کسی جن بھوت کا سایہ ہے وہ دراصل دماغی نظام میں کسی خلل کا شاخسانہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی ڈوپامین (Dopamine) نفرین (Nephrene) اور نار اپی نفرین (Norepherene) بڑھ جاتی ہے اور وہ غیر معمولی طاقت کا حامل نظر آنے لگتا ہے۔ اس کا علاج عاملوں کے پاس نہیں ہے اس کے لئے ذہنی امراض کے معالجوں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب آہستہ آہستہ ہمارے عوام کو یہ شعور حاصل ہونا شروع ہو گیا ہے اور وہ ہسپتالوں میں ذہنی امراض کے معالجوں کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ اس موقع پر میں اگر اپنے الیکٹرانک میڈیا کو خراج تحسین پیش نہ کروں تو یہ زیادتی ہو گی کہ ان کی طرف سے دہشت انگیز مناظر کی کوریج کے سبب دماغی مریضوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور یوں اب کسی سایکاٹرسٹ کے بے روزگار ہونے کا امکان نہیں رہا۔ اب چلتے چلتے ایک لطیفہ سن لیں اس سے عاملوں اور دماغی امراض کے معالجوں دونوں کی دلجوئی ہو جائے گی ایک ٹرین میں سفر کے دوران ایک مسافر چیسٹر پہنے سر پر ہیٹ رکھے اور کالی عینک لگائے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوا اور ایک مسافر کے برابر والی نشست پر بیٹھ گیا' تھوڑی دیر بعد اس اجنبی نے مسافر سے پوچھا ''تم بھوتوں پر یقین رکھتے ہو؟'' اس نے کہا ''نہیں'' اس پر وہ اجنبی ایک دم غائب ہو گیا۔ ایک دوسرے موقع پر اس مسافر کو ایک اور اجنبی سر راہ ملا اور اس سے پوچھا ''تم بھوتوں پر یقین رکھتے ہو؟'' مسافر نے پیش بندی کے طور پر پہلے تو اس کو مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور پھر جواب دیا ''نہیں'' اس پر وہ اجنبی بولا ''میں بھی یقین نہیں رکھتا'' سو خواتین و حضرات مجھے آخر میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ عامل حضرات دوسروں کے مسائل حل کرنے کی بجائے اپنے مسائل حل کریں' اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر وہ لطیفہ بھی آپ نے سنا ہی ہوگا کہ بوتل میں سے برآمد ہونے والے جن نے اپنے نئے آقا سے پوچھا ''کہ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ تو اس نے اسے ڈیفنس میں ایک عالیشان کوٹھی بنانے کے لئے کہا جس پر وہ بولا ''میرے آقا آپ مجھے خاصے بے وقوف آدمی لگتے ہیں میں اگر آپ کو کوٹھی دلا سکتا تو میں نے خود بوتل ہی میں رہنا تھا؟''۔

(لاہور میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں پڑھا گیا)

☆☆☆

مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویز مرحوم نے اپنی مشہور تصنیف ''لغات القرآن'' کے حصہ اول' کے صفحات 446 تا 447 پر لفظِ جنّ کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی ہے:

''قرآن کریم میں جن اور انس کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ ہم (ا۔ن۔س) کے

عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں **الانس** ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل رسل و رسائل کے عام ہو جانے سے' ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں' اس لئے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے' شہر والوں اور ان خانہ بدوش' صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت' عادات و اطوار' خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدو یا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا اس لئے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد انسان ہی ہیں یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے۔

مثلاً سورۃ انعام میں ہے: **یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنسِ أَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنکُمْ** (6:131)- اے گروہ جن و انس' کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورۃ اعراف میں اس کی تصریح کر دی کہ رسول' بنی آدم میں سے' انہی کی طرف بھیجے گئے تھے (7:35)- سورۃ جن اور سورۃ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن سننے کے لئے آئی (دیکھئے 72:1, 46:29)۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ''جنوں'' کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔ انہی سورتوں (سورۃ جن اور سورۃ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن سننے کے لئے آئے تھے وہ انسان ہی تھے (وحشی قبائل میں سے عیسائی۔ یہودی اور مشرک)۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ اگر ''جن و انس'' اکٹھے ہو جائیں تو بھی اس قرآن کی مثل نہ بنا سکیں۔ سورہ انعام میں ہے کہ ''انس و جن'' کے سرکش لوگ انبیاء کی مخالفت کیا کرتے تھے (6:113) سورۃ اعراف میں ہے کہ ''جن و انس'' میں اکثریت ان کی ہے جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے اس لئے وہ اہل جہنم ہیں (7:179)- سورۃ حم سجدہ میں ہے کہ اہل جہنم کہیں گے کہ ہمیں ''جن و انس'' میں سے بعض نے گمراہ کیا تھا (41:29)- سورۃ انعام میں ہے کہ انس کہیں گے کہ ہم جنوں سے فوائد حاصل کیا کرتے

تھے اور جن کہیں گے کہ ہم انس سے فائدے اٹھایا کرتے تھے (6:129)- سورۃ نمل میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جن وانس کے لشکر تھے (27:17)- ان جنوں کے متعلق سورۃ سباء میں ہے کہ وہ ہیکل کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ مجسمے تراشتے تھے۔ لگن اور دیگیں بناتے تھے (34:13)- سمندروں میں غوطہ خوری سے موتی نکالتے تھے (21:82)- انہیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جاتا تھا (38:37-38)- تورات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے صور کے بادشاہ سے صیدونی قوم کے آدمی جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے لئے مانگے تھے۔ چنانچہ یہ قبائل اور ''جبلیم''۔ پہاڑی قبائل۔ ان کے لئے لکڑیاں کاٹتے اور پتھر تراشتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سلیمانؑ نے فلسطین کے پہاڑی اور جنگلی (غیر بنی اسرائیل) قبائل میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بطور مزدور اور دس ہزار کو درخت کاٹنے اور پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا (دیکھئے کتاب سلاطین و کتاب تاریخ الایام)۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ قرآن میں ''جن وانس'' سے مراد وحشی اور متمدن انسان ہیں۔ انس جو مانوس تھے اور جن' جو وحشی اور غیر مہذب قبائل جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے۔ (مزید تفصیل میری کتاب ''ابلیس وآدم'' میں ملے گی)۔''

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوع اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوع اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد' اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوع اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو DVD پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

قیمت 20 کراؤن فی سی۔ڈی علاوہ ڈاک خرچ میں طلب کیجئے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com

☆ اندرون ملک' فون: 5753666 42 92+' ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آصف جلیل، کراچی

لا الہ الا اللہ

لا الہ الا اللہ صرف چار الفاظ ہیں۔ یہ پہلے کلمے کا پہلا حصہ ہیں جنہیں ''پڑھا'' جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے والے کے منہ سے ان کی ادائیگی کرائی جاتی ہے۔ ایک روایت نبی کریم ﷺ سے منسوب کی جاتی ہے کہ جس نے یہ الفاظ کہے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اتنے آسان نسخے کو اہل مکہ نے کیسے رد کر دیا۔ دراصل وہ ان کا مطلب بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ جب ملوکیت کا دور شروع ہوا تو قرآن کریم کے بہت سے الفاظ جن کا تعلق عمل سے تھا انہیں پڑھ لینے پر اکتفا کر لینے کی ریت اس طرح عام کی گئی کہ ان کا مفہوم نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ آج بھی مذہبی رہنما یا تو ان کا مفہوم سرے سے بیان ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو وہ اصل مفہوم سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اگر صحیح مفہوم سامنے آ جائے تو ان کی روزی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اور بھوک سے مرنا کسے پسند ہے؟

جس طرح ریل کی پٹڑی کا غلط کانٹا بدل جانے سے انسان منزل سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح قرآن کریم کے ایک لفظ کا مفہوم بدلنے سے بات کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ لفظ الٰہ ہی کو لے لیں۔ اس کا ترجمہ معبود کیا جاتا ہے۔ یعنی جس کی عبادت کی جائے اگرچہ معبود کا لفظ قرآن کریم میں نہیں آیا لیکن اسی مادے سے اعبدواللہ آیا ہے جس کا ترجمہ بھی ''اللہ کی عبادت کرو'' کیا جاتا ہے۔ پھر عبادت کو چند حرکات وسکنات میں محدود کر دیا گیا۔ اس طرح عبد سے نکلنے والے تمام الفاظ کا مفہوم محدود ہو کر رہ گیا۔

الٰہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی عمل کے لئے جو بھی جذبہ محرکہ یا سبب ہوتا ہے، وہ الٰہ کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ اپنی خواہش ہوسکتی ہے، یا کسی انسان کا قول وعمل، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سے کہا ہے کہ ہم ان سب کو چھوڑ دیں۔ انہیں اپنے ذہن سے ہمیشہ کے لئے نکال دیں۔ جس راستے سے ان کا خیال آئے اسے ہمیشہ کے لئے بند کر دیں۔ یہ لا کا تقاضہ ہے۔ جس طرح کوئی تحریر لکھنے سے پہلے سلیٹ یا تختے سے پہلی لکھی گئی تحریر کو مٹا دیا جاتا ہے ورنہ دونوں تحریریں آپس میں گڈمڈ ہو جاتی ہیں اور ناقابل فہم ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہر شے کو لا کہہ دینے کے بعد

ہی الا اللہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہ بات اتنی اہم ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں اسے مختلف انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ اگر اس دنیا میں اور آخرت میں امن وسکون کی زندگی گزارنی ہے تو صرف اللہ ہی کے احکام پر عمل کرنا ہوگا۔ اس میں کسی قسم کی شراکت کا سوال نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اس کو سمجھنا آج نہایت آسان ہے کہ ہمارا ملک فساد کی بہترین مثال بن چکا ہے۔

اللہ کو الہ ماننے کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی اور ایک اجتماعی۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کے لئے نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر سچ بولنا، دیانت، محنت، انسانوں سے معاملہ وغیرہ۔ اگرچہ یہ بہت مشکل کام ہے لیکن اگر قرآن کریم پر ایمان ہے تو ان پر عمل کرنا لازمی ہے۔ جن امور کا تعلق مملکت سے ہے، مثلاً حکومت، معاشیات اور عدلیہ وغیرہ، ان پر انفرادی طور پر عمل ممکن نہیں اور انسان مجبور ہے۔ جب کوئی عمل جبری طور پر کرایا جائے تو اس کی ذمہ داری جبر کرنے والے پر ہے۔ اگر ہمارے حکمراں کبھی قرآن کریم پر نظر ڈالتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ مملکت کی تمام خرابیوں کے ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو حق حکومت عطا نہیں کرتا۔ احکام صرف اور صرف اللہ ہی کے ہوں گے۔ حکومتی اہلکار صرف ان کا نفاذ یقینی بنائیں گے۔ جو ایسا نہیں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ نے کافر، ظالم اور فاسق قرار دیا ہے (المائدہ آیات نمبر 44-45-47)۔ جب تک یہ نظام قائم نہ ہو اس کے انتظار میں بیٹھے نہیں رہنا ہوگا۔ اس کے لئے بھرپور کوشش کرنا ہوگی۔ لیکن یہ پرامن طور پر ہونا ضروری ہے، زبردستی یا اسلحہ کے زور پر نہیں۔

الٰہ کا ترجمہ معبود کرنے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ جن اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انہیں الٰہ نہ بناؤ، کوئی بھی ان کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتا ہے۔ اس وقت دنیا میں کہیں بھی مکمل طور پر قرآنی نظام قائم نہیں۔ جابرانہ شخصی حکومت کے لئے فرعون کو ایک مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اسے اللہ کے احکام کی دعوت دی تو اس نے اپنے عمائدین سے کہا کہ:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ (28:38)-

فرعون نے اپنے اہل دربار سے کہا کہ (موسیٰؑ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ محض ''مذہبی'' گفتگو نہیں۔ یہ تو گہری سیاست ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اقتدار واختیار، سروری اور حاکمیت سب خدا کے لئے ہے۔ کسی اور کے لئے نہیں۔ لیکن) میں اپنی مملکت میں تم لوگوں کے لئے اپنے اقتدار واختیار کے علاوہ اور کسی کا اقتدار نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس نے ہامان سے استہزاءً کہا کہ یوں کرو کہ پزاوہ میں اینٹیں پکاؤ۔ پھر ان اینٹوں سے میرے لئے ایک بہت بلند محل تعمیر کراؤ تا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰؑ کے خدا تک

پہنچوں اور دیکھوں کہ وہ کیسا ہے۔

بہر حال میں اسے اس کے دعوے میں جھوٹا سمجھتا ہوں اس لئے اس کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔'' (مفہوم القرآن)۔

الٰہ بننے کا سب سے بڑا سبب ہے رزق کے وسائل پر اپنا تسلط قائم کر لینا۔ اس میں حکمران اور سرمایہ دار پیش پیش ہوتے ہیں۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى (79:24)-

اور ان سے کہا کہ تمہاری پرورش میں کرتا ہوں (کھانے پینے کو میں دیتا ہوں۔ میں ہی تمہارا ''ان داتا'' ہوں) اس لئے تمہارا سب سے بڑا رب میں ہی ہوں۔ (یہ جو موسیٰ کہتا ہے کہ تمہارا نشو ونما دینے والا خدا ہے' یہ غلط ہے۔) (مفہوم القرآن)۔

مذہبی رہنماؤں کو بھی اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دے دیا جاتا ہے۔ ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لایا جاتا ہے۔ آج کتنے ہی عقائد اور نظریات ہیں جو اسلام کے نام پر رائج ہیں لیکن وہ قرآن کریم کی تعلیمات کے صریحاً منافی ہیں۔ اس قسم کے الٰہ خود ساختہ ہوتے ہیں۔ اپنے نام کے ساتھ مفتی وعلامہ کے خطابات لگا کر یہ سمجھتے ہیں کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں وہی صحیح ہے۔ جب ان کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ جائے تو یہ قرآن کریم کی اہم ترین قدر انسان کے اختیار وارادے کو سلب کرتے ہوئے زبردستی شروع کر دیتے ہیں اور اسلحہ جمع کر کے عوام اور حکومت کے خلاف جہاد کے لئے بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آج ہمارے وطن عزیز کا امن وسکون ایسے ہی الٰہوں نے چھین لیا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (9:31)-

(اتنا ہی نہیں بلکہ) یہ لوگ اپنے علماء ومشائخ کو خدا سے ورے ہی اپنا خدا بنا لیتے ہیں (اور ان کی خود ساختہ شریعت کو دین خداوندی سمجھنے لگ جاتے ہیں) اور مسیح ابن مریم کو بھی خدا تسلیم کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ یہ صرف خدائے واحد کی اطاعت اختیار کریں۔ اس کے سوا کائنات میں کسی اور کا اقتدار واختیار نہیں۔ وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک حکم کر لیا جائے۔ (مفہوم القرآن)۔

لیکن ایسا کرنے والوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّن دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (21:29)-

(ان میں سے کوئی بھی اپنے الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا (3:78) اگر بفرض محال' ان میں سے کوئی یہ بات کہے کہ خدا کے علاوہ' میں الٰہ ہوں (مجھے

بھی خدائی اختیارات حاصل ہیں) تو اس کی پاداش میں ہم اسے جہنم رسید کر دیں۔ اسی طرح جس طرح ہم دوسرے سرکش لوگوں کو سزا دیا کرتے ہیں۔(مفہوم القرآن)۔

اور سب سے زیادہ جس شے کو الٰہ بنا لیا جاتا ہے وہ ہے خواہشاتِ نفس، اپنی مرضی، دل کا چاہنا۔ ایسا کرنے والے کو گمراہ بھی کہا گیا ہے اور ظالم بھی۔ اس کی سماعت اور ذہن پر مہر لگ جاتی ہے اور آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی خواہشات پر یکسر قدغن نہیں لگاتا بلکہ انہیں اللہ کی ہدایت کے تابع رکھنے کے لئے کہتا ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (45:23)-

(یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب انسان کو عقل و فہم دے دیا گیا تو پھر اسے وحی کی راہ نمائی کی کیا ضرورت ہے) لیکن کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے جذبات ہی کو اپنا معبود بنا لیتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو اس کی خواہشات کا تقاضا ہوتا ہے۔ تم نے دیکھا کہ وہ علم و عقل رکھنے کے باوجود کس طرح غلط راستوں پر چلے جاتا ہے۔ اس پر جذبات اس بری طرح غالب آ جاتے ہیں کہ یوں نظر آتا ہے گویا اس کے کانوں پر اور دل پر مہریں لگ چکی ہیں۔ اور اسکی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ اسے نہ کچھ سنائی دیتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس کی سمجھ بوجھ کچھ کام کرتی ہے۔ (46:62)

ذرا سوچو کہ جو شخص اس طرح اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے، تو وحی خداوندی کے علاوہ وہ کونسی طاقت ہے جو اس کی راہ نمائی صحیح راستے کی طرف کر سکتی ہے؟ (انسان کے پاس سب سے بڑی قوت عقل ہی کی ہے۔ لیکن جب اس پر جذبات غالب آ جائیں تو عقل خود ان جذبات کی لونڈی بن جاتی ہے اور ان کے بروئے کار آنے کے لئے سامان و ذرائع بہم پہنچاتی اور ان کے جواز کے لیے فریب آمیز دلیلیں وضع کرتی ہے۔ ان حالات میں کوئی ایسی قوت ہی اس کی راہ نمائی کر سکتی ہے جو عقل اور اس کے سطحی جذبات سے بلند ہو۔ اور یہ قوت وحی خداوندی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔

کیا تم اس حقیقت پر غور نہیں کرتے؟ (مفہوم القرآن)۔

......**وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا**(18:28)-

ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیے کہ تو دنیاوی مفاد عاجلہ کی کشش و جاذبیت کے پیچھے لگ کر، ان لوگوں سے اپنی نگاہیں پھیر لے۔ (یہ مخالفین، تمہیں ان رفقاء سے برگشتہ کرنے کی بڑی کوشش کریں گے) سو تم

کسی ایسے شخص کی بات پر کان نہ دھرنا جس کے دل پر ہمارے قوانین کی طرف سے' پردے پڑ چکے ہوں، اور وہ اپنے جذبات کے پیچھے لگ رہا ہو۔ ایسے شخص کا معاملہ حد سے گزر چکا ہوتا ہے۔ (مفہوم القرآن)۔

جذبات کے اتباع سے انسان کس حد تک گر سکتا ہے اس کی عکاسی قرآن کریم میں اس طرح کی گئی ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِىَ آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ٥ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (7:175-176)-

لیکن حق کی راہ اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دفعہ کسی قوم نے یہ روش اختیار کر لی تو اس کے بعد آنے والی نسلیں جو جی میں آئے کریں۔ وہ زندگی کو خوشگواریوں سے بہرحال بہرہ یاب ہوتی رہیں گی۔ قطعاً نہیں۔ ہم اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ اے رسول! تم اسے اپنی جماعت (مومنین) کے سامنے پیش کرو اور ان سے کہو کہ اسے دل کے کانوں سے سن لیں۔

ایک شخص کو خدا نے اپنے احکام وقوانین دیے (وہ ان پر کاربند ہوا تو اُسے خوشحالی اور عروج نصیب ہو گیا۔) اس کے بعد وہ انہیں چھوڑ کر اُن میں سے اس طرح صاف نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی میں سے نکل جاتا ہے کہ اُس پر اُس کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہتا۔ جب اس نے ان قوانین کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو حیوانی سطح زندگی کے جذبات اس پر بری طرح غالب آ گئے اور وہ (حق کا راستہ چھوڑ کر) غلط راہوں پر چل نکلا۔

اگر وہ ہمارے قانون مشیت کے مطابق چلتا رہتا۔ (جو اسے دیا گیا تھا) تو ہم اسے (آسمان کی) بلندیوں تک لے جاتے۔ لیکن اس نے ہمارے قوانین کے بجائے' اپنے جذبات ہی کی پیروی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ (آسمان کی بلندیوں کے بجائے) زمین کی پستیوں کے ساتھ چپک گیا۔ (اس کی زندگی کا سارا مقصد دنیاوی مفاد کا حصول رہ گیا۔) اب اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اسے دوڑاؤ اور اکساؤ' تو بھی وہ ہانپے اور زبان لٹکائے اور اگر ویسے چھوڑ دو' تو بھی ہانپے اور زبان لٹکائے۔ (یعنی پھر انسان کی ہوس کی تسکین ہی نہیں ہوئی خواہ وہ کسی حالت میں بھی کیوں نہ ہو' اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہیں ہوتا۔) یہ حالت ہو جاتی ہے اس قوم کی جو ہمارے قانون ربوبیت کو جھٹلاتی ہے۔ سو اے رسول! تم انہیں یہ باتیں سناؤ تا کہ یہ ان پر غور وفکر کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ کس قدر بری حالت ہوتی ہے اس قوم

کی جو ہمارے قوانین کو جھٹلاتی ہے اور یوں اپنے آپ پر زیادتی کرتی ہے۔ (مفہوم القرآن)۔

آپ نے دیکھ لیا کہ صرف چار الفاظ پر مشتمل یہ ہدایت اپنے اندر دنیا بھر کے مسائل کا حل لئے ہوئے ہے۔ عالمی مسائل ہوں، کسی ملک کے داخلی معاملات یا کسی بھی شخص کے ذاتی مسائل ان سب کے علاج کے لئے یہی بنیادی شرط ہے کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کو پڑھنے کی بجائے اس پر عمل کریں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ جو لوگ ان الفاظ کو بار بار پڑھتے رہتے ہیں وہ ان کے معنی سے غافل ہیں، اس لئے وہ مسائل سے دوچار ہیں۔

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				
سورۃ النمل	(27)	280	225/-				
سورہ القصص	(28)	334	250/-				
سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوعِ اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

تحریک طلوعِ اسلام کا ایک منفرد نظریہ

تحریک طلوعِ اسلام خالص قرآنی نظریات کی داعی ہے، چونکہ ہماری پیشوائیت اس تحریک کی مخالف ہے، اس لئے اس پروپیگنڈے کے زیر اثر اس کو انکار حدیث سے متہم کیا جاتا ہے۔ اس تحریک کا واضح اور ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ جو حدیث قرآنِ کریم کے مطابق ہے، وہ ہماری سر آنکھوں پر لیکن جو حدیث قرآن کریم کے خلاف ہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوسکتی۔ البتہ یہ تحریک حدیث کو وحی الٰہی تسلیم نہیں کرتی۔ اگر کوئی حدیث قرآن کے مطابق ہی ہے، تب بھی وہ وحی الٰہی نہیں ہوسکتی۔ وحی صرف قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے۔ انسانیت کی راہ نمائی اور مسائل انسانی کو حل کرنے کے لئے جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے وہ صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ وحی کا ایک لفظ بھی قرآن کے باہر نہیں ہے۔ یہ وہ نظریہ اور موقف ہے جس میں یہ بلند پایہ تحریک بالکل منفرد ہے۔ اس وقت ساری دنیا میں اس عقیدہ کی حامل صرف یہی تحریک ہے۔ اس بات کی وجہ کہ صرف یہی ایک تحریک اس نظریہ کی کیوں حامل ہے، ابھی آپ کے پیش خدمت کی جائے گی۔

حدیث کو وحی الٰہی خیال کرنا قرآنِ کریم کے خلاف ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے ہاں ایک ہزار سال سے یہی نظریہ چلا آرہا ہے حدیث کی حیثیت اور اس کے مقام کے متعلق دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ہی تحریک شروع ہو چکی تھی امام شافعی کی مشہور کتاب ''الرسالہ'' میں تحریر ہے کہ امام صاحب موصوف کا کسی منکر حدیث سے مناظرہ ہوا تھا۔ مناظرہ کے Contents سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ منکر حدیث معتزلہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ معتزلہ حدیث کو حجت نہیں مانتے تھے۔ معتزلہ کے علاوہ بھی شدہ شدہ علماء ومفکرین بھی حدیث کی حجیت کے خلاف چلے آرہے ہیں۔ موجودہ دور میں، حالات کے تقاضوں سے مجبور ہوکر، حدیث کے متعلق پھر غور وفکر شروع ہوا ہے۔ مصر کے مشہور مفکرین، ڈاکٹر طہٰ حسین، احمد امین مصری، ابراہیم ادھم، ڈاکٹر توفیق صِدقی، ڈاکٹر علی حسن

عبدالقادر' پروفیسر محمود ابوریہ نے حدیث کی حجیت پر شک و شبہ کا اظہار کیا ہے لیکن آپ سارے عالم اسلام پر نظر دوڑا لیں' آپ کو حدیث کے وحی نہ ہونے پر کسی جگہ گفتگو نہیں ملے گی۔ ہمارے موجودہ دور میں فرقہ اہل قرآن اور تحریک طلوع اسلام نے اس مسئلہ کو نہایت بلند آواز سے اٹھایا' اور حدیث کے وحی نہ ہونے کے قرآنی وعقلی دلائل فراہم کئے۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کا ہر فرقہ حدیث کو وحی ہی تسلیم کرتا چلا آرہا ہے۔

تحریک طلوع اسلام کا حدیث کو وحی تسلیم نہ کرنے کی اصل وجہ اس کا دین کا تصور ہے۔ جب تک آپ اسلام کو بطور مذہب کے تسلیم کریں گے آپ کو مجبوراً حدیث کو وحی ماننا پڑے گا لیکن اگر آپ اسلام کو بطور دین پیش کریں گے تو پھر حدیث بطور وحی کے تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس نکتہ کی وضاحت پیش خدمت عالی کی جاتی ہے۔

حضورﷺ کے دور میں تو چونکہ حضورﷺ خود اسلامی نظام کے سربراہ تھے اس لئے ان کی اطاعت اس نظام کی اطاعت' اور عبادت خداوندی کے مرادف تھی' ساری بحث حضورﷺ کے انتقال کے بعد سے شروع ہوتی ہے کہ حضورﷺ کے انتقال کے بعد اللہ ورسول کی اطاعت کس طرح کی جائے۔ جب تک اسلامی نظام قائم رہا' اس کے سربراہ کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت تھی' حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت تھی' خلافت راشدہ کے بعد جب وہ نظام منقرض ہوگیا تو یہ نہایت اہم اور پیچیدہ سوال سامنے آیا کہ اللہ کی اطاعت تو قرآن کی اطاعت سے ہوسکتی ہے' رسول کی اطاعت کس طرح کی جائے؟ اسلامی نظام کے منقرض ہونے کے بعد رسول کی اطاعت کا حدیث کی اطاعت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا تھا' اس لئے حدیث کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا گیا اور اس کو Justify کرنے کے لئے حدیث کو وحی' حجت' سند اور اسلامی قانون کا ماخذ قرار دیا گیا اور اس طرح دین کے قیام یا اسلامی نظام کے قائم کرنے کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے لیکن اگر آپ اسلام کو بطور دین تسلیم کرتے ہیں تو آپ کو حدیث کی حجت سے لازماً انکار کرنا ہوگا' کیونکہ اس طرح اسلامی نظام کے سربراہ کی اطاعت کو اللہ ورسول کی اطاعت قرار دینا ہوگا۔ اس میں اللہ ورسول کی اطاعت کے لئے وحی خارج از قرآن کے عقیدہ کو ترک کرنا ہوگا۔ یہ وہ اصل سبب ہے جس کی وجہ سے طلوع اسلام کا موقف حدیث کے بارے میں بالکل منفرد ہے۔

تحریک طلوع اسلام والوں کو بھی حضورﷺ سے اسی طرح عشق وعقیدت ہے جس طرح عام مسلمانوں کو ہوتی ہے۔ اس تحریک کے عالی مرتبہ بانی' جناب محترم المقام پرویز صاحب نے حضورﷺ کی سیرت طیبہ پر نہایت عالمانہ کتاب ''معراج انسانیت'' تصنیف فرمائی جوانہوں نے

عشق رسول میں ڈوب کر لکھی ہے۔ پاکستان کے عام دانشوروں کے خیال میں سیرت طیبہ پر اس سے بہتر کوئی اور کتاب اب تک تحریر نہیں ہوئی ہے۔ ان کی ساٹھ سال پر محیط تحریرات کو ملاحظہ فرمائیں ان میں ہر جگہ محبت رسول کا عنصر نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ تحریک طلوع اسلام کو خدانخواستہ احادیث سے بھی کسی طرح کا انقباض نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے' یہ تحریک منکر حدیث نہیں ہے البتہ حدیث کے بارے میں اس کے دو منفرد نظریات ضرور ہیں۔

ایک تو یہ تحریک دین کا تصور سامنے آ جانے کے بعد حدیث کو وحی تسلیم نہیں کر سکتی' یہ اس کی مجبوری ہے کہ یہ حدیث کو وحی کو تسلیم نہ کرے۔ دوسری منفرد خصوصیت یہ ہے کہ یہ تحریک احادیث کو حضورﷺ کے اقوال تسلیم ہی نہیں کرتی بلکہ یہ اقوال منسوب الی الرسول ہیں اور چونکہ موجودہ احادیث حضورﷺ کے اقوال ہی نہیں ہیں بلکہ روایات ہیں۔ اس لئے یہ نہ تو وحی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی ان کی اطاعت سے حضورﷺ کی اطاعت ہوتی ہے۔

آپ حدیث اور اصول حدیث کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں اور ان میں حدیث کی تعریف (Definition) ملاحظہ فرمائیں' ان تمام تعریفات میں یہ Inherent اور In-built' تصور دیا جاتا ہے کہ یہ احادیث راوی کے الفاظ ہیں' خود حضورﷺ کے الفاظ نہیں ہیں۔ چنانچہ

(1) حافظ ابن حجر نے حدیث کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ: المراد بالحدیث فی الشرع ما اضیف الی النبی صلی اللہ و علیہ وسلم۔ (ترجمہ عرفِ شرع میں حدیث سے مراد وہ (قول وفعل) ہے جس کی نسبت رسول اللہ کی طرف کی گئی ہو۔ (تدریب الراوی' جلد اول' ص 23)۔

(2) حافظ سخاوی' فتح المغیث میں علم حدیث کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے: معرفۃ ما اضیف الی النبی قولاً لہٗ اوفعلاً اوتقریراً او صفۃ۔ (ترجمہ) علم حدیث سے مراد اس قول و فعل' تقریر اور صفت کی معرفت ہے جو رسول اللہ کی طرف منسوب کی گئی ہو۔

ڈاکٹر الشیخ مصطفی حسنی السباعی الشامی کی مشہور تالیف ''السنۃ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی'' میں سنت کے اصطلاحی معنی کے ضمن میں لکھا ہے:

> ''سنت اصطلاحی معنی۔ محدثین کی اصطلاح میں نبی کریمﷺ سے جو بھی آپ کا قول' فعل' یا بیان سکوتی' نیز آپ کی کوئی بھی جسمانی صفت یا اخلاقی کیفیت یا سیرت وخصلت' خواہ آپ کی بعثت سے پہلے کی ہو یا بعد کی' نقل کی گئی ہو' اس کو سنت کہتے ہیں۔ اس اصطلاح کے اعتبار سے' سنت' حدیث کے مرادف (ہم معنی) ہے جیسا کہ بعض علماء حدیث کی رائے ہے۔

علماء اصول کی اصطلاح میں ہر اس قول یا فعل یا

بیان سکوتی کو سنت کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف منسوب کر کے نقل کیا گیا ہو۔ (اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوتا ہو)۔''

(کتاب محولہ بالا' ص 91)۔

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ حدیث کی تعریف میں کس طرح روایت بالمعنی کا مفہوم مضمر اور پنہاں ہے۔ اب آپ روایت بالمعنی کا مفہوم بغور سمجھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں روایۃ بالمعنی سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث کے الفاظ وکلمات کے بجائے حدیث کے معنی اور مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرے۔

حافظ ابن الصلاح نے روایۃ بالمعنی کی تعریف کی ہے:

اذا اراد روایۃً ما سمعہ علی معناہ دون لفظہ۔

(ترجمہ) جب راوی حدیث کے الفاظ کے بجائے اس کے معنی ومفہوم کی روایت بیان کرے تو اس کا یہ عمل روایۃ بالمعنی کہلائے گا۔

روایت بالمعنی کے اس مفہوم کو سامنے رکھنے کے بعد اب آپ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ فالخلاف فیھا شھیر والاکثر علی الجواز ایضاً۔ روایۃ بالمعنی کے ضمن میں اختلاف مشہور ہے۔ لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ راوی اگر عالم ہو تو اس کے لئے جائز ہے۔ (نزھۃ المنظر' صفحہ 94)

(2) یجوز نقل الخبر بالمعنی وھو مذھب الحسن البصری' وابی حنیفہ خلافاً لابن سیرمن وبعض المحدثین۔ (توجیہہ النظر' صفحہ 300) امام حسن بصری اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے' ابن سیر بن اور بعض محدثین کے نزدیک اس کی اجازت نہیں ہے۔

حدیث کی تعریف Definition اور ان دو حوالوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ان روایات کے الفاظ حضور ﷺ کے اپنے الفاظ نہیں ہیں۔ صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک راوی حضور ﷺ سے کوئی مضمون سماعت فرماتا وہ راوی اس مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا تھا۔ اس سے اگلا راوی سابقہ راوی سے اس مضمون کے مفہوم کو سنتا تھا وہ دوسرا راوی پھر اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا تھا اس طرح مفہوم تو وہی حضور ﷺ کا عطا کردہ رہتا تھا' لیکن الفاظ ہر روایت میں بدلتے چلے آتے تھے۔ یہ موجودہ روایات جو ہمارے معتبر ومستند کتب حدیث میں تحریر ہیں اور ہمارے علمائے کرام جن کو احادیث کہتے ہیں یہ ان راویوں کے منہ کے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ ان کا حضور ﷺ کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' راویوں کے یہ الفاظ وحی الٰہی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یاللعجب!

حدیث کے وحی نہ ہونے کے بارے میں چونکہ صرف تحریک طلوعِ اسلام نے ہی گفتگو کا آغاز کیا ہے' اس لئے پاکستان میں ہی سب سے زیادہ اس موقف کے خلاف کتب تحریر کی گئی ہیں۔ تحریک طلوعِ اسلام کے اس موقف کے خلاف جو کتب تحریر کی گئی ہیں ان کی تعداد تقریباً دو سو سے متجاوز ہو گئی ہے۔ ان میں کچھ کتابیں سطحی اور جذباتی ہیں اور کچھ کتب سنجیدہ اور علمی بھی ہیں لیکن ایک بات غور کرنے کی یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام ہمیشہ اصل مسئلہ کو Miss کر جاتے ہیں۔ معلوم نہیں عمداً یا سہواً لیکن نتیجہ ایک ہی ہے کہ اصل مسئلہ کو نظر انداز کرنے کے بعد ساری بحث کا رخ غلط سمت کی طرف ہو جاتا ہے۔ ان دو سو کتابوں کے اندر حفاظت حدیث' عربوں کے حافظہ کی تعریف' اسماء الرجال' جرح و تعدیل' تعلیم کتاب و حکمت' علماء و محدثین کی کاوشیں اور محنتیں' پر تو خوب مواد مہیا کیا گیا ہے لیکن اصل موضوع کہ حدیث وحی الٰہی ہے' اس موضوع سے ان دو سو کتابوں میں سے کسی ایک نے بھی تعرض نہیں کیا ہے' حالانکہ اصل مسئلہ تو یہی ہے۔

اگر ہمارے علماء کرام صرف اس بات پر ہی غور فرما لیں کہ یہ احادیث روایۃ بالمعنی کی گئی ہیں اور ان روایات کے الفاظ ہی حضورﷺ کے اپنے الفاظ نہیں ہیں' تو یہ مسئلہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اس موجودہ مضمون میں روایۃ بالمعنی کے بارے میں یہ مواد تحریر کر دیا گیا' مزید مواد اس لئے تحریر نہیں کیا جا رہا ہے کہ ''حجت حدیث'' کے موضوع پر حضرت العلام' مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مرحوم نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی ''حجت حدیث'' ہے۔ اس مشہور کتاب میں مولانا مرحوم نے روایۃ بالمعنی کے بارے میں علماء کا موقف بہت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے' حضرت اقدس چونکہ اس دور کے نہایت بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے ہیں اس لئے ان کی تحریر اس بارے میں نہایت معتبر و مستند شمار ہوتی ہے۔ حضرت کی کتاب کا پورا نام ''حجت حدیث'' شریعت اسلامیہ میں حدیث کا مقام'' ہے۔ حضرت عرصۂ دراز تک جامعہ اشرفیہ' لاہور میں شیخ الحدیث رہے ہیں اور نہایت پختہ سیرت' اور دنیاوی امور سے بہت مستغنی تھے۔ ان کو دیکھنے سے ہی سلف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ اب آپ ان کی کتاب کا اقتباس بغور مطالعہ فرمائیں۔

> ''حدیث فقط رسول اللہﷺ کے کلمات طیبات ہی کا نام نہیں بلکہ آپ کے افعال و اقوال اور واقعات اور احوال جو آپ کے سامنے پیش آئے سب ہی کو حدیث کہتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ روایت باللفظ کی ضرورت صرف آپ کے کلمات طیبہ اور احادیث قولیہ تک محدود ہے جو حدیث کا ایک قلیل حصہ ہے اور آپ کے افعال و اعمال اور واقعات و اصول جو حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ ہے

اس میں روایت باللفظ کا سوال ہی جاری نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ظاہر ہے کہ جو شخص بھی حضورﷺ کے کسی فعل اور حال کو نقل کرے گا وہ اپنے ہی لفظوں میں کرے گا، کسی کے اقوال تو باللفظ نقل ہو سکتے ہیں مگر افعال اور احوال تو کوئی لفظ نہیں جن کو باللفظ نقل کیا جا سکے۔ بس آدمی اگر کسی کے فعل اور عمل کو بیان کریں گے تو بس ہی لفظوں میں روایت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ حضورﷺ پرنور کے افعال اور احوال کی روایات اور حکایات میں روایت باللفظ کا سوال تو درکنار عقلی احتمال بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ پھر احادیث قولیہ میں ایک بڑا ذخیرہ احادیث اذکار و اوعید کا ہے ان کے متعلق بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ سب روایت باللفظ ہیں اس لئے کہ مسلمانوں میں قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ بالتواتر انہی الفاظ کے ساتھ نقل ہوتی آ رہی ہے۔''

اس سے کچھ ہی آگے چل کر حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:

''اور اگر بالفرض والتقدیر تسلیم کر لیا جائے کہ الفاظ محفوظ نہیں، صحابی نے اپنے ہی الفاظ میں رسول اللہﷺ کے مقصود کو ادا کیا ہے تب بھی حجت ہوگا اس لئے کہ صحابۂ کرام اعلیٰ درجہ کے عاقل، دانا اور قوی الحافظہ ہونے کے علاوہ زبان دان بھی تھے مزاج شناس بھی تھے قرائن مقالیہ اور حالیہ سے بھی باخبر تھے آپ کی مراد کسی تغیر و تبدل اور آپ کے کلام میں ادنیٰ تحریف کو اپنے لئے شقاوت سمجھتے تھے، لہٰذا ان حضرات نے آپ کی مراد سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کی وہ بالکل مستند، معتبر اور تمام عالم کے لئے حجت ہوگی۔''

حضرت محترم کا طویل اقتباس آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ اصل مسئلہ کہ حدیث وحی ہے یا نہیں وہ حضرت کے پیش نظر نہیں تھا۔ وہ صرف روایۃ بالمعنی پر گفتگو فرما رہے تھے۔ انہوں نے روایۃ بالمعنی کے حق میں دلیل بھی تحریر کی ہے اور ان کی یہ دلیل واقعاً وقیع بھی معلوم ہوتی ہے کہ: ''کسی کے اقوال تو باللفظ نقل ہو سکتے مگر افعال اور احوال تو کوئی لفظ نہیں جن کو باللفظ نقل کیا جا سکے۔''

حضرت کے اس پرمعنی فقرہ کی وضاحت کے بارے میں عرض ہے کہ حدیث قولی میں حضورﷺ کے وہ تمام اقوال آ جاتے ہیں جو حضورﷺ نے احکام شریعہ کے طور پر ارشاد فرمائے ہیں۔ جیسے طلب العلم فریضہ علی کل مسلم۔ یا خیرکم من لعلم القرآن و علمہ۔ ومن استوی یوما، فھو مغبون، ان ارشاداتِ عالیہ کی روایۃ بالمعنی بھی ہو سکتی ہے۔

سنت فعلی میں عبادات وغیرہ کے تمام طور طریقے،

افعال و اعمال جو راویوں نے آپ کی طرف منسوب کر کے بیان کئے وہ سب حدیث فعلی کی مثال ہیں۔ یہ روایت باللفظ ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح تحویل قبلہ کی روایت حدیث فعلی ہیں جو باللفظ روایت نہیں ہوسکتیں۔ ایک مرتبہ حضورﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز آپ نے نعلین مبارک اتار کر ایک طرف رکھ دیئے۔ صحابہ نے بھی نماز کے دوران چپل اتار کر ایک طرف رکھ دیئے۔ نماز کے بعد حضورﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم نے چپل کیوں اتارے صحابہ نے کہا ہم نے آپ کو دیکھ کر چپل اتار دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل نے بتایا تھا کہ میرے چپلوں میں گندگی ہے۔ یہ حدیث فعلی ہے جو نقل باللفظ نہیں ہوسکتی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضورﷺ نے فرامین پر مہر لگانے کے لئے ایک انگوٹھی بنوائی، تو صحابہ نے بھی انگوٹھی پہننی شروع کر دی، اس کے بعد آپ نے اس انگوٹھی کو اتار دیا اور فرمایا کہ میں یہ کبھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا تو صحابہؓ نے بھی پھینک دیں۔ (امام شافعی کا الرسالہ بحوالہ السنتہ ومکانتھا، مصطفیٰ حسنی، صفحہ 106)۔

یہ سب حدیث فعلی کی مثالیں ہیں جن کی روایت باللفظ نہیں ہوسکتی۔ بیان سکوتی کی مثال میں وہ تمام افعال و تقاریر آجاتی ہیں جو صحابہؓ سے صادر ہوئے اور آپ نے پسند فرما کر ان پر سکوت اختیار فرمایا، ظاہر ہے کہ ان کی بھی روایۃ باللفظ نہیں ہوسکتی۔

اب حضرت اقدس کے بیان اور اس کی مندرجہ بالا توضیح سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہوگئی ہوگی کہ کتب احادیث، جن میں سب مہمات کتب شامل ہیں، ان کے الفاظ راویوں کے الفاظ ہیں۔ احادیث کی ان کتابوں کے الفاظ کا حضورﷺ کے الفاظ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے راویوں کے یہ الفاظ وحی نہیں ہو سکتے اور ہمارے علمائے کرام بھی تو عملاً شب و روز اس کی شہادت دیتے ہیں جبکہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے فوری بعد صدق اللہ العلی العظیم کہتے ہیں اور احادیث پڑھنے کے بعد او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں کے معنے یہ ہیں کہ حدیث کے الفاظ خود حضورﷺ کے الفاظ ہوتے ہیں انہیں بھی شک ہے اور یہ اقوال راویوں کے وہ اقوال ہیں جو منسوب الی الرسول ہیں۔ ان کی صحت وسقم کے لئے تو گفتگو ہوسکتی ہے لیکن ان کے وحی الٰہی ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوع اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 94, 98, 2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالکریم اثری

سبعہ احرف کیا ہے؟

عبدالکریم اثری صاحب متعدد کتابوں کے مصنف ومترجم ہیں۔ قرآنِ کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے۔ موصوف معروف اہلِ حدیث عالم (مولانا) عنایت اللہ اثری (وزیرآبادی ثم گجراتی) مرحوم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ قارئینِ طلوع اسلام جانتے ہیں کہ ماہنامہ ''رُشد'' نے قرآن کی مختلف قرائات کے حوالے سے تین ضخیم جلدیں شائع کی ہیں اوران قرائات کے مطابق قرآنِ کریم کے مختلف نسخوں کی طباعت کا اعلان بھی کیا ہے۔ حکومتِ پاکستان نے ایک حکم نامے کے تحت ان مختلف قرآنوں کو چھاپنے سے روک دیا ہے۔ ماہنامہ رُشد کے ان ضخیم نمبروں پر ماہنامہ طلوع اسلام نے تفصیلی تبصرے قبل ازیں شائع کئے جو کہ قارئین نے پسند کئے۔ عبدالکریم اثری صاحب حفظ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے انداز اور اسلوب میں اس موضوع پر تبصرہ کیا ہے جسے قارئینِ طلوع اسلام کی آگاہی کے لئے درج ذیل کیا جارہا ہے۔ عبدالکریم اثری صاحب کا اپنا ایک علمی نکتۂ نظر ہے جس سے بہرصورت مکمل طور پر متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (ادارہ)

''سبعہ احرف'' وہ پاکیزہ مبارک اور بابرکت جملہ ہے جو روایات میں نبی اعظم وآخر ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ اس مبارک اور بابرکت جملہ کے کم وبیش چالیس مفاہیم ومطالب کتب اسلامی میں گشت کرتے دیکھے جاسکتے ہیں جن میں سے بعض آپس میں مترادف ہیں لیکن اکثر ایک دوسرے کے مخالف ومتضاد ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی مفہوم ومطلب بھی ایسا نہیں جو خود نبی اعظم وآخر ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ گویا روایات کے مطابق ''سبعہ احرف'' وہ مبارک جملہ ہے جس کا مطلب ومفہوم آپؐ نے واضح نہیں فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو اس کے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ سب کے سب صحابہ کرام اس کو جانتے تھے۔'' (رُشد)

مختصر یہ کہ یہ مبارک جملہ ان سینکڑوں مبارک جملوں میں سے ایک ہے جو نبی اعظم وآخر ﷺ کے زمانہ اقدس میں تو مشہور ومعروف تھے لیکن آپؐ کے اُٹھائے جانے کے بعد ان کا مفہوم ومطلب غائب ہوگیا پھر سو، سوا سو سال گذرنے کے

بعد جب ان کے مفہوم ومطلب کی ضرورت محسوس ہوئی تو بسیار کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوا لہٰذا علمائے گرامی قدر نے سرتوڑ کوشش کے بعد ان کا مفہوم ومطلب متعین کرنے کی سعی فرمائی اور اس سعی وکوشش کے باعث وہ سینکڑوں سالوں میں چالیس مختلف مفاہیم ومطلب اخذ کر سکے۔ دس گیارہ صدیاں گذرنے کے بعد علمائے گرامی قدر نے کوئی نیا مطلب ومفہوم تلاش کرنے کی ضرورت پر پابندی عائد کردی اور طے پایا کہ ان چالیس مطالب ومفاہیم میں سے جسے چاہیں پسند کرلیں اور باقی کی جس طرح چاہیں رد کردیں تاکہ اس طرح کی بحث کہیں ختم ہوکر معدوم نہ ہوجائے کہ ''سبعہ احرف'' کیا ہے؟ کیونکہ آنے والے اوقات میں اس سے ایک بہت اہم کام لیا جانے والا ہے۔ ہاں! اب اس کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔

''سبعہ احرف'' کے ان مفاہیم ومطالب کے بیان کرنے والے کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ ان میں بڑے بڑے تبحر علمائے گرامی قدر کے مبارک نام ہیں اور ان میں ایسے ایسے بزرگ اور لاثانی بحرالعلماء ہیں جن کا ان کے زمانہ میں تمام ملکوں میں علمی لوہا مانا جاتا تھا اور آج بھی تمام اسلامی مدارس میں ان کے اسمائے گرامی ایک سے بڑھ کر ایک بدستور چلے آ رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی رایوں کو ایک دوسرے کی رائے کے ساتھ رد وقبول کرنے کی اجازت موجودہ علمائے گرامی قدر کی طرف سے دی جاتی ہے۔

''سبعہ احرف'' پر قلم فرسائی کرنے والا کون ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو اس کے لیے لازم وضروری ہے کہ ان چالیس مفاہیم ومطالب میں سے چار پانچ کو منتخب کر کے چار کی تردید پر چاہے جتنا زور صرف کرے لیکن کسی پانچویں کی تصدیق پر دلائل کے انبار لگادے اور کوشش کرے کہ وہ عقلی ہونے کے ساتھ ساتھ نقلی بھی ہوں کیونکہ ایسا کرنے سے اس سلسلہ کی تمام روایات صحیح اور درست ثابت ہوجاتی ہیں۔ گویا ''سبعہ احرف'' کا مبارک جملہ جن روایات میں آتا ہے دراصل ان تمام روایات کو صحیح اور درست تسلیم کرنا اور کرانا مقصود اصل ہے ''سبعہ احرف'' کا مطلب مفہوم متعین کرنا اصل مقصود نہیں اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ ناممکن کو ممکن نہیں بنایا جاسکتا۔

دیکھیں ''رشد'' کے مضمون نگاروں میں جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا اسم گرامی بھی موجود ہے جو قبل ازیں اسلامی بینک کاروں میں پانچ انگلیاں پانچوں گھی میں ڈال چکے ہیں اُنہوں نے بھی یہی کیا کہ پانچ مطالب کو انتخاب کر کے چار کی تردید پر سارا زور صرف کرتے ہوئے پانچویں کی تصدیق اس طرح کی کہ گویا وہ قرآن کے ساتھ ہی آسمان سے اترا ہے لیکن وحی متلو کے طور پر پڑھا نہیں گیا۔

جان لیں کہ یہ تو ''رشد'' والوں کی مہربانی ہے کہ اُنہوں نے ''رشد'' کا قراءت نمبر تین ضخیم جلدوں میں نکال کر

پاکستان کے عوام کو ''سبعہ احرف'' کے نام سے متعارف کرا دیا لیکن تعجب یہ ہے کہ ''سبعہ احرف'' کا یہ تعارف بھی ایسا کرایا کہ جدھر سے آواز آتی ہے یہی سنائی دیتی ہے کہ ''سبعہ احرف'' کیا ہے؟

لاریب ناچیز بندہ نے بھی طالب علمی کے دور میں ''سبعہ احرف'' کی روایات پڑھی تھیں کبھی کبھی استادِ محترم سے اس سلسلہ میں بات بھی ہوتی رہی سوال بھی اُٹھائے گئے جھڑکیاں بھی کھائی گئیں کچھ کچھ منتا مناتا بھی رہا اور گاڑی کے مسافروں کی طرح آخر کار منزلِ مقصود تک پہنچ گیا اور درسِ نظامی کی سند فراغت حاصل کر کے معیشت کی چکی میں جُت گیا جو ہاتھ کی کمائی تھی اس لیے وقت نے فرصت ہی نہ دی کہ اس سلسلہ میں پڑھے ہوئے کو پھر دوبارہ غور و توجہ سے پڑھا جائے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ''سبعہ احرف'' کی طرح سینکڑوں جملے ہیں جو روایات میں نظر تو آتے ہیں لیکن مفہوم و مطلب میں بدستور مبہم ہیں اور علمائے گرامی قدر ان کی اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں اور ہمارے ہاں اس اُدھیڑ بن کا نام دراصل علم ہے۔ پنجابی کا محاورہ ہے ''وہلی جٹی اُن ویلے''۔

غور کریں کہ ''جہاد'' تو اُس وقت سے جاری تھا جب سے اسلام اور کفر کا آپس میں تعارف ہوا تمام انبیاء کرام نے اس کو جاری رکھا اور دوسرے نبیوں اور رسولوں کی طرح نبی اعظم و آخر ﷺ نے بھی بعثت کے بعد شروع کیا اور تیرہ سالہ مکی زندگی میں بدستور جاری و ساری رہا اور دفاعی طور پر مدنی زندگی میں قتال کی بھی آپ کو اجازت دی گئی جو جہاد کی ایک قسم ہے لیکن جو ''جہاد'' امریکہ اور اُس کے اتحادیوں نے مختلف ناموں اور مختلف تنظیموں سے جاری کروایا یہ ایسا انوکھا جہاد ہے جس کی مثال اسلامی دنیا میں اس سے پہلے نہیں پائی جاتی اس حقیقت کو سمجھنا ہو تو احقر کی کتاب ''جہاد کیا ہے؟'' کا مطالعہ کریں۔

یہی حال لفظ ''الربوا'' کا ہے کہ اس کے معنی کے متعلق علماء نے واضح فرمایا کہ سود نہیں لیکن چونکہ اردو زبان میں ''الربوا'' کے کوئی معنی نہیں بنتے لہٰذا مجبوراً سود کہہ کر اس کو حرام قرار دے دیا وضاحت کے لیے ہماری کتاب سود کیا ہے؟ کا مطالعہ کریں۔

''سبعہ احرف'' کا جملہ بھی آج سے صدیوں پہلے کا ہے ہماری کتابوں میں اس پر بے شمار بحث بھی کی گئی ہے قرا حضرات اور علمائے کرام پڑھتے پڑھاتے بھی آئے ہیں، پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے رہیں گے لیکن اس کے باوجود اسلامی دنیا قرآنِ کریم کے معاملہ میں متفق و متحد ہے کہ اس کا متن مکمل طور پر محفوظ ہے اس میں لفظی کمی و بیشی تو دور کی بات ہے ایک حرف و شوشہ کا فرق بھی موجود نہیں۔ جس طرح اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اس طرح اس کا کلام بھی ایسا ہے کہ جس کی مثل نہیں

نیز اس کی حفاظت بھی اللہ ربِّ کریم نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

جس طرح ''جہاد'' جیسی مبارک اسلامی سعی وکوشش کو بعض تنظیموں کے ذریعہ ایک مستقل اسکیم کے تحت بدنام کر کے اِس کا نام دہشت گردی مشہور کیا گیا؟ بالکل اسی طرح وہی ہاتھ اب قرآنِ کریم کے پیچھے نظر آ رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں ''جہاد'' جیسی مبارک چیز کو دہشت گردی میں تبدیل کرایا گیا ہے بالکل اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں قرآنِ کریم کو غیر محفوظ ثابت کرا دیا جائے اور قرآنِ کریم ایک نہ رہے بلکہ بیسیوں ہو جائیں تاکہ یہودیت و عیسائیت پر جو اس طرح کا لیبل لگ چکا ہے کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں کو محفوظ نہیں رکھ سکے اور ان میں تحریف ہوتی رہی ہے، ہو رہی ہے اور یقیناً ہوتی رہے گی کیونکہ جو چیز ایک بار ہو جائے وہ بدستور جاری رہتی ہے لہٰذا قرآنِ کریم میں بھی عملاً یہ عمل جاری ہو جائے کہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ جو کام ''رشدی'' نہ کر سکا اگرچہ وہ بھی نام کا ایک مسلمان تھا جو دیارِ غیر میں رہ رہا تھا وہ کام ''رشد'' کر دکھائے جو ایسے ملک سے باقاعدگی کے ساتھ جاری وساری ہے جس کو غیر مسلم ممالک میں اسلام کے قلعہ کے نام سے معروف کیا گیا ہے جب سے پاکستان کے نام سے وہ معرضِ وجود میں آیا ہے۔

غور کیجئے کہ کس پیارے انداز کے ساتھ تمام مکاتب فکر کے بڑے بڑے متبحر علمائے گرامی قدر کے مضامین ''رشد'' نے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں گویا اس طرح تمام مکاتب فکر کو ایک زنجیر میں جکڑ دیا گیا ہے اگرچہ تمام مضامین آپس میں مختلف اور متضاد بھی ہیں لیکن وہ تو وہی سمجھیں گے جو اتنے بڑے ضخیم ''رشد'' کی تمام جلدوں کا مطالعہ کریں گے لیکن اس دور میں کہاں کسی کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اتنی ضخیم جلدوں کو پڑھ، دیکھ اور سمجھ کر کسی نتیجہ پر پہنچے گا جب فہرست میں تمام مکاتب فکر کے ان نامور لوگوں کے نام کوئی دیکھے گا تو یہی سمجھے گا کہ ان سب کی رائے وہی ہے جو ''رشد'' نے قائم کی ہے اور اعلان فرما دیا ہے کہ:

''کلیۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمت قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں ان خدمات میں ایک خدمت وہ بھی ہے جو رمضان المبارک میں مختلف کوٹھیوں پر جامعہ اسلامیہ کی طالبات سے تراویح کی جماعت کرا کر لی جا رہی ہے وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے وہ یہ کہ قراءت قرآنیہ عشرہ متواترہ جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جا رہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتب قراءات میں موجود ہیں

لیکن با قاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ کلیۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔''

اہل ''رشد'' کے مقابلہ میں ناچیز بندہ کی کوئی حیثیت نہیں اور اہل ''رشد'' کے پیچھے جو اصل طاقت ہے اُس کا توڑ ابھی تک پوری دُنیا میں نہیں پایا جاتا لیکن ''ہر کمالے را زوالے'' بھی ایک بہت پرانا محاورہ ہے۔ اہل ''رشد'' سے ناچیز بندہ کی ملتجانہ عرض ہے کہ وہ اس کام کو اس جگہ بند کر دیں جو حاصل ہو چکا اُس پر اکتفا کر لیں اور اس تحریک کو کسی دوسری طرف موڑ دیں کہ کرنے کے کام اور بھی بہت ہیں کپڑے کا کارخانہ جل جائے تو تیل کی ریفائنری بھی لگائی جا سکتی ہے اور یہ اہل ثروت کے لیے اتنا مشکل کام نہیں۔

جامعہ لاہور کے ان بارہ محقق اساتذہ کو یقیناً تین سال کی محنت کا معاوضہ مل چکا ہوگا ان کو مزید مصروف رکھنے کے لیے بہتر ہے کہ سیدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی قراءت میں جو فرق تھا جس کے باعث دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے درمیان اتنی سخت لے دے ہوئی تھی اُس کی تلاش پر لگا دیں کہ وہ فرق دراصل کیا تھا کیونکہ مکمل قرآنِ کریم کی چھ ہزار سے زائد آیات کریمات ہیں اور سورہ الفرقان کی صرف ستتر (77) آیات ہیں پورے قرآنِ کریم کے مقابلہ میں یہ بہت کم وزنی کام ہے اگر وہ یہ کام سرانجام دے سکے تو مبارک کے مستحق ٹھہریں گے اور پوری اسلامی دنیا ان کے علمی لوہا کو مان جائے گی اور اہل ''رشد'' وہ کام کر دکھائیں گے جو آج تک تقریباً تیرہ سو سال میں کوئی نہ کر سکا، کیا اتنا بڑا اعزاز حاصل کرنا معمولی بات ہے؟ بلاشبہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسلامی دنیا میں کوئی خلیفہ و بادشاہ بھی اس کو حاصل نہ سکا۔

حقیر و ناچیز بندہ کو یہ معلوم ہے کہ ''رشد'' والے میری یہ بات ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ وہ بہت بڑے لوگ ہیں اور ان کے پیچھے اتنی بڑی طاقت ہے کہ شاید وہ حکومت پاکستان کہے تو اس کی بات بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی بات حکومت پاکستان سے منوا لیں کہ حکومت پاکستان قبل ازیں ضیاء الحق کے دور میں جہاد کے معاملہ میں ان کی بات مان چکی ہے پھر ضیاء الحق کی حکومت کے بعد مشرف جی کی حکومت سے وہ اس جہاد کو دہشت گردی کے نام میں تبدیل کرا کر عوامی حکومت سے بھی سر تسلیم خم کرا چکے ہیں پھر ''رشد'' والے آخر میری بات کو کیسے مان جائیں گے جب کہ وہ اتنی بڑی طاقت کی نمائندگی کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ناچیز بندہ کی سن لے اور اپنے خاص ہاتھ سے ان کی اس تحریک کو روک دے کہ وہ تمام طاقتوروں سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ ہاں! اس بات پر مجھے پورا یقین ہے کہ اگر یہ سولہ یا بیس مصاحف طبع ہو کر پوری دنیا کی لائبریریوں میں پھیلا بھی دیئے گئے تو قرآنِ کریم کی حفاظت پر یہ اثر انداز نہیں ہو سکیں گے کیونکہ قرآنِ کریم کی حفاظت کا یہ وعدہ خداوندی ہے اور اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرتا ہے اور نہ ہونے دیتا ہے۔

''رشد'' والوں کی اس تحریک سے فتنے پیدا ہو سکتے ہیں وہ پہلے بھی پیدا ہوتے آئے ہیں، ہو رہے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان چیزوں کا اثر اسلام پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر پڑتا ہے جس سے موجودہ مسلمان من حیث القوم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اسلام کا پرچم کسی ایسے علاقہ کی طرف منتقل ہونے والا ہو جو اس وقت تک من حیث القوم مسلمانوں کا علاقہ معروف نہ ہو کیونکہ دین اسلام اصولوں کا نام ہے کسی قوم یا علاقہ کا نام نہیں۔

بات ''سبعہ احرف'' سے چلی تھی چونکہ ''سبعہ احرف'' کے موضوع کو ''رشد'' نے نئے جذبہ اور نئی تحریک سے متحرک کیا ہے اس لیے ہر زبان پر ''رشد'' کا نام آنے لگا اور وہ اس تحریر کا بھی حصہ بن گیا۔

نبی اعظم و آخر ﷺ کی بعثت کے بعد دین اسلام کی اصل و اساس کا اصل سر چشمہ قرآنِ کریم ہے جس کا نزول آپؐ کی بعثت کے ساتھ 21 رمضان المبارک سنہ ایک نبوی دوشنبہ کی رات مطابق 10 اگست 610ء میں شروع ہوا جو تئیس (23) سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور آپؐ کی وفات تک جاری رہا پھر آپؐ کے اُٹھائے جانے کے ساتھ ہی یہ سلسلہ ختم ہو گیا گویا آپ کے صانع ارتحال کے وقت انسانوں کی ہدایت کے لیے صرف اور صرف قرآنِ کریم اور آپؐ کے ارشادات جو لوگوں کی زبانوں پر تھے باقی رہ گئے قرآنِ کریم کی کتابت مکمل ہو چکی تھی اور عرضہ اخیرہ میں اس کی سورتوں کی ترتیب اور آیات کا احصاء وغیرہ سب کچھ محفوظ ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہی آپؐ کا تمام طریقہ کار آپؐ کی سنت کی شکل و صورت میں تمام انسانوں کے سامنے روزِ روشن کی طرح موجود تھا۔

اس وقت ذخیرہ کتب اسلامی جو ہمارے پاس ہے وہ بہت بعد میں مدون ہوا جو نزول وحی کے ختم ہو جانے کے دو اڑھائی سو سال بعد معرضِ وجود میں آنا شروع ہوا تفصیلات کا یہ موقع نہیں قارئین کرام صرف اس ذخیرہ کتب کو معرض وجود میں لانے والے نفوس رحمہم اللہ میں سے بعض کی ایک جھلک اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پھر ان شاء اللہ ''سبعہ احرف'' کی مختصر بات ہوگی۔

نمبر شمار	نام	ولادت	وفات
1	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ	194ھ	256ھ
2	ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیریؒ	204ھ	261ھ
3	ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک رحمہ اللہ	95ھ	179ھ
4	ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ	150ھ	204ھ
5	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ	164ھ	241ھ
6	ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ	202ھ	275ھ
7	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذیؒ	209ھ	279ھ
8	ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ	215ھ	303ھ
9	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ رحمہ اللہ	209ھ	273ھ
10	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ	121ھ	255ھ
11	ابوالحسن بن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ	205ھ	285ھ
12	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ	384ھ	458ھ
13	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ	510ھ	597ھ
14	امام نووی محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ	631ھ	676ھ
15	ابوداؤد سلیمان بن داؤد البصری رحمہ اللہ	124ھ	204ھ
16	محمد بن عمر الواقدی رحمہ اللہ	207ھ	......
17	ابومحمد عبدالملک بن ہشام رحمہ اللہ	......	218ھ
18	محمد بن سعد کاتب الواقدی رحمہ اللہ	......	230ھ
19	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ	......	235ھ
20	ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی رحمہ اللہ	......	240ھ
21	احمد بن حنبل بن ہلال اسد الزھلی الیثیائی المروزیؒ	164ھ	241ھ
22	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوریؒ	253ھ	276ھ
23	امام ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذریؒ	......	279ھ
24	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی	215ھ	303ھ

نمبر شمار	نام	ولادت	وفات
25	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ	......	310ھ
26	ابن عبد ربہ رحمہ اللہ	246ھ	328ھ
27	ابو الحسن علی بن حسین مسعودیؒ	......	346ھ
28	محمد بن عباس ابوبکر الخوارزمی رحمہ اللہ	323ھ	383ھ
29	ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ	305ھ	385ھ
30	ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ	321ھ	405ھ
31	ابو احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی رحمہ اللہ	323ھ	416ھ
32	الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاقؒ	336ھ	430ھ
33	امام ابو الحسن علی بن محمد البصری الماوردیؒ	......	450ھ
34	ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمہ اللہ	384ھ	458ھ
35	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر الاندلسیؒ	368ھ	463ھ
36	حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی رحمہ اللہ	392ھ	463ھ
37	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ	......	468ھ
38	امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو الطّوسی الغزالیؒ	......	505ھ
39	ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن المغازیؒ	......	483ھ
40	شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ رحمہ اللہ	......	509ھ
41	ابو المؤید الموفق بن احمد بن ابی سعید اسحٰقؒ	484ھ	568ھ
42	حافظ الکبیر ابو القاسم علی بن الحسین بن عساکرؒ	......	571ھ
43	ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السہیلی	508ھ	581ھ
44	ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ	544ھ	606ھ
45	ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن الکریمؒ	......	630ھ
46	ضیاء مقدس رحمہ اللہ	569ھ	643ھ
47	کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہؒ	584ھ	652ھ
48	محمد بن یوسف الکنجی الشافعی رحمہ اللہ	......	658ھ
49	شمس الدین ابو المظفر المعروف بسبط بن الجوزیؒ	......	654ھ

50	عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن ابی الحدید عزالدین المدائنیؒ	586ھ	655ھ
51	حجۃ الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبریؒ	615ھ	694ھ
52	عمادالدین اسماعیل ابوالنداء رحمہ اللہ	......	732ھ
53	قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن محمد الاربلی بابن فلکانؒ	......	681ھ
54	یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی بن ابی الزہراء المزیؒ	654ھ	742ھ
55	محمد بن احمد بن عثمان ابوعبداللہ الذھبی ۔	673ھ	748ھ
56	عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن فلاح الیافعیؒ	698ھ	768ھ
57	امام الحافظ عمادالدین ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیرؒ	......	774ھ
58	شیخ کمال الدین الاسیری رحمہ اللہ	742ھ	808ھ
59	محبّ الدین ابوالولید محمد بن محمد الشہیر ابن شحنۃ الحلبیؒ	749ھ	817ھ
60	شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد المعروف بابن الجزریؒ	751ھ	833ھ
61	قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمرؒ	......	849ھ
62	ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ	773ھ	852ھ
63	علامہ عینی رحمہ اللہ	762ھ	855ھ
64	میر حسین میہندی رحمہ اللہ	......	893ھ
65	نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی رحمہ اللہ	......	911ھ
66	جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ	850ھ	911ھ
67	غیاث الدین بن سہام الدینؒ	......	932ھ
68	ابن حجر مکی رحمہ اللہ	885ھ	973ھ
69	علی المتقیؒ صاحب کنزالعمال	......	975ھ
70	جلال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازیؒ	......	1000ھ

’’مشتے از خروارے‘‘ کے طور پر جن بزرگ ہستیوں کے ناموں کا ذکر اس جگہ کیا گیا ہے ان کی کتب کے مبارک نام

اسلامی لٹریچر میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ اُنہوں نے کتاب وسنت کی اپنے اپنے طور طریقہ پر وضاحت پیش کی ہے۔سوال صرف یہ ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کی کتب پر قرآنِ کریم کو حاکم بنا کر دیکھنا ہے یا یہ تمام کتب قرآنِ کریم پر حاکم ہیں کہ جو کچھ یہ فرمائیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھنا ضروری ہے؟

حقیر و ناچیز بندہ کا جواب یہ ہے کہ ان تمام بزرگوں اور جن کا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا سب کی کتابوں پر قرآنِ کریم حاکم ہے اس لیے قرآنِ کریم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ مفید مطلب ہوسکتا ہے۔ان کو زیرِ نگاہ رکھ کر قرآنِ کریم کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے اگر ایسا نہیں کریں گے تو یہ تمام کتابیں کتاب اللہ پر حاکم ہو جائیں گی جو کسی حال میں بھی صحیح نہیں بلکہ سو فی صد یہ نظریہ غلط ہے۔

''رشد'' میں جتنے مضامین لکھے گئے ہیں ان میں اکثر جگہ ان بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس انداز میں کہ گویا جو کچھ یہ کہیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھنا ضروری ہے۔جس طرح یہ حکم دیں قرآنِ کریم کو اس طرح پڑھا جائے جس طرح یہ حکم دیں اس طرح قرآنِ کریم کو تحریر کیا جائے جس طرح یہ حکم دیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھا جائے۔قرآنِ کریم نہ خود اپنی وضاحت آپ کرسکتا ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص ان کتابوں کے توسط کے بغیر اس کو سمجھ سکے۔قرآنِ کریم کے ردوقبول کے لیے یہ تمام کتابیں حاکم ہیں گنجائش صرف اس بات کی ہے کہ ان کتب کے دائرہ کے اندر رہ کر ان میں سے بعض کو رد کیا جاسکتا ہے جب کہ بعض کو قبول بھی کیا جائے۔مثلاً ان کتابوں میں ایک چیز کے چالیس مطالب بیان کیے گئے ہیں اس لیے اِس سلسلہ میں کچھ لکھنے والے کو یہ اجازت ہے کہ وہ ان میں سے چار پانچ مطالب کو منتخب کرلے پھر چار کو یا ایک کے سوا سب کو رد کرتے ہوئے کسی پانچویں کو قبول کرلے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اُس کے لیے کفر کا فتویٰ موجود ہے اور وہ اس سے بچ کر نہیں جا سکتا۔کیونکہ وہ متفق علیہ کا فر قرار دیا جائے گا۔

''سبعہ احرف'' کا مضمون ان میں سے بعض کتابوں میں روایتاً آیا ہے اور اکثر و بیشتر میں ان روایات کی تشریح و مطلب بیان کیا گیا ہے پھر جس کی مرضی میں جو آیا اُس نے بے دھڑک کہہ دیا ہے کیونکہ تقریباً ایک ہزار سال تک کے بزرگوں کو یہ حق تھا کہ وہ جو چاہیں فرما دیں لیکن ہزار سال گزرنے کے بعد اب یہ بین (Bain) ہے کہ مزید کچھ نہیں کہا جا سکتا اس ہزار سال تک کیے ہوئے کو ردوقبول کرنا ہے۔ہاں! رشد کے بانیوں کو اتنی اجازت ضرور ہے کہ اپنی طرف سے فرضی سوالات پیدا کر کے اپنی مرضی کے جوابات دے سکتے ہیں جب کہ وہ ساتھ اتنی بات تحریر کر دیں کہ قبل ازیں فلاں فلاں امام نے بھی کہا ہے۔''رشد'' کے تمام مضامین سے یہ بات ثابت ہے اسی طرح! ''اہل رشد'' کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ ان

کتابوں کواچھی طرح دیکھ کراور خوب چھان پھٹک کر جو قرآنِ کریم کے متعلق ان کتابوں میں کہا گیا ہے وہ قرآنِ کریم کے اندر داخل کر کے اس کو ایک قرآنِ کریم کی بجائے بیس قرآنِ کریم بنا دیں اور ان کتابوں کے بل بوتہ پر ثابت کر دکھائیں کہ یہ بیس قرآن مل کر ایک قرآن مکمل ہوتا ہے گویا نزول کے وقت سے لے کر ابھی تک قرآنِ کریم مکمل نہیں ہوا آج تک جو قرآنِ کریم پڑھا جا رہا ہے وہ مکمل قرآنِ کریم کا صرف پانچواں حصہ ہے چار حصے ابھی مکمل کیے جا رہے ہیں جو جامعہ لاہور کے محقق اساتذہ کرام مکمل کر رہے ہیں۔ اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھا جا سکتا ہے علاوہ ازیں کچھ کہنے سے ڈر لگتا ہے۔

''سبعہ احرف'' کی تمام روایات کو ایک جگہ جمع کرنا تو ایک بہت بڑا کام ہے ''رشد'' سے تین جلدیں تحریر کرنے کے باوجود ان تمام روایات کو ایک جگہ جمع نہیں کیا جا سکا انہوں نے صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ کمپیوٹر پر ایک بار کلک کریں تو ساڑھے سات سو قراءات کی روایات سامنے آ جاتی ہیں۔ کاشکہ وہ سات سو بار کلک کر کے صرف ایک بار عمر بن خطاب اور ہشام بن حکیم کی الگ الگ قراءات کو منظرِ عام پر لے آتے۔ ناچیز بندہ اس جگہ صرف ایک روایت کو درج کرنے کی ہمت کر رہا ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں پانچ بار مختلف ابواب کے تحت درج کی ہے۔ روایت تو ایک ہی ہے لیکن چونکہ پانچ بار درج کی گئی ہے اس لیے اس ایک ہی روایت کو امام موصوف کے پانچ جگہ درج کرنے میں جو حکمت ہے وہ باقی رہے اس کو بدستور اسی طرح پانچ بار درج کیا جا رہا ہے جو اصل کے مطابق درج ذیل ہے۔

کتاب الخصومات ص ۴۷۸ باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض:

1۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَاَنِيْهَا وَكِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰی انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيْهَا، فَقَالَ لِیْ: ((اَرْسِلْهُ))، ثُمَّ قَالَ لَهٗ: ((اِقْرَأْ)) فَقَرَاَ، قَالَ: ((هٰكَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ لِیْ: ((اِقْرَأْ)) فَقَرَاْتُ فَقَالَ: ((هٰكَذَا اُنْزِلَتْ))، اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ۔

کتاب نالشوں اور جھگڑوں کا بیان

باب مدعی اور مدعا علیہ جو کچھ کہیں وہ غیبت میں نہیں آتا

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان جس طرح میں پڑھتا تھا اس کے سوا دوسری طرح پڑھتے سنا اور مجھ کو یہ سورت خود نبی کریم ﷺ نے پڑھائی تھی میں قریب تھا کہ ہشام بن حکیم بن حزام پر کچھ جلدی سے کر بیٹھوں مگر میں صبر کیے رہا۔ جب وہ پڑھ چکے تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ سورہ فرقان میں نے ان کو اس طرح پڑھتے سنا جس طرح آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے پھر ہشام بن حکیم سے آپ ﷺ نے فرمایا پڑھ، اُنہوں نے پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا ''اس طرح اُتری ہے'' اس کے بعد مجھ سے فرمایا تو پڑھ میں نے بھی پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اسی طرح اُتری ہے''۔ دیکھو، قرآن سات طرح پر اُترا ہے جیسے تم کو آسان ہو اُسی طرح پڑھو۔

کتاب فضائل القرآن ص ۱۰۸۷ باب انزل القران علی سبعۃ احرف

2۔ حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ عُفَیْرٍ: حَدَّثَنِی اللَّیْثُ: حَدَّثَنِی عُقَیْلٌ، عَنِ ابْنِ شِہَابٍ قَالَ حَدَّثَنِی عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنِ مَخْرَمَۃَ، وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِیُ حَدَّثَاہُ: اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ہِشَامَ بْنَ حَکِیْمٍ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ فِی حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَ تِہٖ فَاِذَا ھُوَ یَقْرَأُ عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ لَمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَکِدْتُ اُسَاوِرُہٗ فِی الصَّلَاۃِ۔ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰی سَلَّمَ فَلَبَّبْتُہٗ بِرِدَائِہٖ فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِی سَمِعْتُکَ تَقْرَأُ؟ قَالَ اَقْرَاَنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: کَذَبْتَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَدْ اَقْرَاَنِیْھَا عَلٰی غَیْرِ مَا قَرَاْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِہٖ اَقُوْدُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّی سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَأُ بِسُوْرَۃِ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَّمْ تَقْرِئْنِیْھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَرْسِلْہُ، اَقْرَأْ یَا ہِشَامُ)) فَقَرَاَ عَلَیْہِ الْقِرَاءَ ۃَ الَّتِی سَمِعْتُہٗ یَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ: ((اِقْرَأْ یَا عُمَرُ)) فَقَرَاْتُ الْقِرَاءَ ۃَ الَّتِی اَقْرَاَنِی، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ، اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ))

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا کہا مجھ سے لیث بن سعد نے، کہا مجھ سے عقیل نے اُنہوں نے ابن شہاب سے، کہا مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اُن سے مسور بن مخزمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری نے اُن دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے سُنا وہ کہتے تھے میں نے ہشام بن حکیم کو نبی اعظم و آخر ﷺ کی زندگی میں سورہ فرقان پڑھتے سنا، میں سنتا رہا دیکھا تو وہ ایسے کئی طریقوں پر پڑھ رہے ہیں جن طریقوں پر آپ ﷺ نے مجھ کو یہ سورۃ نہیں پڑھائی تھی میں عین نماز میں ہی اُن پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر میں نے نماز سے فراغت تک صبر کیا جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور اُن سے پوچھا کہ یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے اُنہوں نے کہا آپ ﷺ نے۔ میں نے کہا نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو آپ ﷺ نے خود مجھ کو یہ سورت اور طریقہ سے پڑھائی۔ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لے گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ سورۃ فرقان کو اور ہی طریقہ پر پڑھتے ہیں جس طریقہ پر آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اچھا ہشام کو چھوڑ دو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ہشام پڑھ اُنہوں نے اس طریقہ پر پڑھا جس طریقہ پر پہلے میں نے اُن کو پڑھتے سنا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے عمرؓ اب تو پڑھ میں نے وہ سورت اس طرح پر پڑھی جس طرح پر آپ ﷺ نے مجھ کو سکھائی تھی۔ جب میں بھی پڑھ چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ''یہ سورت اسی طرح اتری ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ قرآن سات محاوروں پر اُترا ہے جو محاورہ تم پر آسان معلوم ہو اس طرح پڑھو۔

کتاب فضائل القران ص ۹۶،۱۰۹۵ باب من لم یر باسا ان یقول سورۃ البقرۃ وسورۃ کذا وکذا

3۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ: اَخبرنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهرِیِّ قَالَ: اَخبرنِی عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ حَدِیثِ الْمِسْوَرَۃَ بْنِ مَخْرَمَۃَ، وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیْ اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ یَقْرَاُ سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَ تِهٖ فَاِذَا هُوَ یَقْرَؤُهَا عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ، لَمْ یُقْرِئْنِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَکِدْتُ اُسَاوِرُهٗ فِی الصَّلَاۃِ، فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰی سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهٗ، فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ هٰذِهِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ تَقْرَاُ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهٗ: کَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَهُوَ اَقْرَاَنِیْ هٰذِهِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ، فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَقُوْدُهٗ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِیْهَا، وَاِنَّکَ اَقْرَاْتَنِیْ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ ((یَا هِشَامُ اَقْرَأْهَا)) فَقَرَاَهَا الْقِرَاءَ ۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰکَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ: ((اِقْرَا یَا عُمَرُ)) فَقَرَاْتُهَا الَّتِیْ اِقْرَاَنِیْهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰکَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ))۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہم کو شعیب نے الزہری سے خبر دی اُنہوں نے کہا کہ مجھے عروۃ بن زبیر نے مسعود بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری دونوں نے کہا کہ ہم دونوں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ کو کئی ایک ایسے حروف پر سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے ہوئے سنا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر لپکتا مگر میں نے ان کے سلام پھیرنے تک انتظار کیا جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کے گلے میں انہی کی چادر کو کھینچتے ہوئے پوچھا کہ آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ اُنہوں نے جواباً کہا کہ مجھے اللہ کے نبی ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تم غلط کہہ رہے ہو کیونکہ مجھے نبی ﷺ نے یہ سورت اور طرح پڑھائی ہے۔ میں اُنہیں کھینچتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لے آیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہشام رضی اللہ عنہ سورہ الفرقان کو کئی ایسے حروف پر پڑھ رہے تھے جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہشام کو چھوڑ دو اور آپ ﷺ نے ہشام رضی اللہ عنہ کو تلاوت کا حکم فرمایا اُنہوں نے ویسے ہی قراءت کی جس طرح میں نے سنی تھی آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ ''یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے مجھے تلاوت کا حکم دیا تو میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آپ ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے''۔ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے جو آسان لگے اسے پڑھ لو۔''

کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم ص ۱۴۵۵ باب ماجاء فی المتاولین

4۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ الْقَارِىْ اَخْبَرَاهُ: اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِىْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهٖ فَاِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَّمْ يُقْرِئْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ، فَكِدْتُ اُسَاوِرَهٗ فِى الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى سَلَّمَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ اَوْ بِرِدَائِىْ، فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قُلْتُ لَهٗ، كَذَّبْتَ، فَوَاللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَاَنِىْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا، فَطَلَّقْتُ اَقُوْدُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِيْهَا، وَاَنْتَ اَقْرَاْتَنِىْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ، اِقْرَاْ يَا هِشَامُ))، فَقَرَاَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَؤُهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰكَذَا اُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِقْرَاْ يَا عُمَرُ))،

فَقَرَأْتُ فَقَالَ ((هٰكَذَا أُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ ((اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ))۔

باب تاویل کرنے والوں کا بیان

ابو عبداللہ لیث بن سعد نے کہا مجھ سے یونس نے بیان کیا، اُنہوں نے ابن شہاب سے کہا مجھ کو عروہ بن زبیر نے خبر دی ان سے مسعود بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری نے بیان کیا، اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان پڑھتے سنا آپ ﷺ کی زندگی میں، کان لگا کر جو سنتا ہوں تو معلوم ہوا وہ ایسی بہت سی قراءتوں پر پڑھ رہے ہیں جو آپ ﷺ نے مجھ کو نہیں پڑھائی تھیں۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں اُن پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں ٹھہرا رہا۔ جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان ہی کی چادر یا اپنی چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور ان سے پوچھا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے وہ کہنے لگے نبی کریم ﷺ نے اور کس نے؟ میں نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ خدا کی قسم یہی سورۃ جو تم نے پڑھی اور میں نے سنی مجھ کو نبی کریم ﷺ نے خود پڑھائی ہے۔ آخر میں اُن کو گھسیٹتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ان کو سورت فرقان اور طرح پر پڑھتے سنا ہے یعنی اس کے خلاف جس طرح آپ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! ہشام کو چھوڑ دے۔ پھر ہشام سے فرمایا پڑھ، اُنہوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے اُن کو پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! تو پڑھ میں نے بھی پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اسی طرح اُتری ہے۔ اس کے بعد فرمایا، دیکھو یہ قرآن سات طرح پر اُترا ہے جس طرح آسان معلوم ہو پڑھو۔

کتاب التوحید ص ۱۵۸۶ باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فاقرؤا ما تیسر منہ﴾

5۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِىْ عُرْوَةُ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِالْقَارِىْ حَدَّثَاهُ: اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِىْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَ تِهٖ فَاِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِاْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَكِدْتُ اُسَاوِرُهٗ فِى الصَّلَاةِ۔ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ: كَذَّبْتَ، اِقْرَاَنِيْهَا عَلٰى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ۔ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اَقُوْدُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّىْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِيْهَا، فَقَالَ: ((اَرْسِلْهُ، اِقْرَأْ يَا هِشَامُ))، فَقَرَاَ الْقِرَاءَ ةَ الَّتِىْ سَمِعْتُهٗ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

((كَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (اِقْرَاْ يَا عُمَرُ))، فَقَرَاْتُ فَقَالَ: ((كَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ))۔

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان جنت تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے اتنا قرآن پڑھو۔ (نماز میں)

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا کہا ہم سے لیث نے انہوں نے عقیل سے اُنہوں نے ابن شہاب سے کہا مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اُن سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری نے ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان پڑھتے سنا آپ ﷺ کی زندگی میں۔ کان لگا کر جو سنتا ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایسی قراءتیں اس میں پڑھ رہے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے مجھ کو نہیں پڑھائی تھیں۔ میں قریب تھا کہ نماز میں ہی ان پر حملہ کر بیٹھوں لیکن میں صبر کیے رہا۔ جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور پوچھا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی جو میں نے ابھی تم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اُنہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے پڑھائی ہے اور کسی نے نہیں پڑھائی۔ میں نے کہا واہ واہ کیا جھوٹ ہے آپ ﷺ نے تو خود مجھ کو دوسرے طریقہ پر پڑھائی ہے تم جیسا پڑھتے ہو اس طرز پر نہیں۔ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ سورہ فرقان اور طرح پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ کو اس طرح نہیں پڑھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے پھر اُن سے فرمایا ہشام پڑھو اُنہوں نے اس قراءت پر پڑھی جس طرح میں ان سے سن چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا صحیح ہے۔ یہ سورت اس طرح اتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا عمرؓ اب تم پڑھو میں نے وہ قرات سنائی جو آپ ﷺ نے مجھ کو سکھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر فرمایا: دیکھو یہ قرآن عرب کی سات بولیوں پر اُتارا گیا ہے جو تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے اسی طرح پڑھو۔

امام بخاریؒ نے جو روایت پانچ بار درج کی وہ آپ حضرات نے پڑھ لی اور ترجمہ بھی دیکھ لیا جو میرا نہیں بلکہ اہل رشد یا علامہ وحید الدین کا ہے اس کے ساتھ ایک روایت کا ترجمہ جو مسلم میں بیان کی گئی ہے ایک نظر اُس کو بھی دیکھ لیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا تو ایک آدمی آیا وہ نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قراءت کی جسے میں نے درست نہیں سمجھا پھر ایک دوسرا آدمی آیا اُس نے اس کے خلاف قراءت کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے میں نے کہا بے شک اس نے ایسی قراءت کی ہے جسے میں نے درست نہیں سمجھا اور دوسرا آیا تو اُس نے پہلے کے خلاف قراءت کی آپ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا اُنہوں نے پڑھا تو آپ ﷺ

نے اُن دونوں کی توثیق کی۔ میرے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا جو کہ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ تھا۔ جب آپ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہوگیا، گویا کہ خوف کی وجہ سے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابی! میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو ایک طریقہ پر پڑھوں میں نے تکرار کی کہ میری امت پر آسانی فرمائیں۔ دوسری مرتبہ میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو دو طریقوں پر پڑھوں میں نے تکرار کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے۔ تیسری مرتبہ میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو سات قراءتوں پر پڑھوں۔''

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات کو ناچیز بندہ بھی صحیح اور درست مانتا ہے لیکن روایت کے طور پر ''مثل قرآن'' نہیں تاہم اس روایت یا اس جیسی دوسری روایات کا جو مطلب و مفہوم عام طور پر سمجھا گیا ہے خصوصاً جو ''اہل رشد'' نے بیان کیا ہے اُس کے ساتھ مجھے مکمل اتفاق نہیں وضاحت ان شاءاللہ اپنے وقت پر آئے گی۔

جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ روایت تو ایک ہے لیکن پانچ بار ذکر کی گئی ہے جس کی مصلحت امام صاحب موصوف کے ابواب واضح کر رہے ہیں۔ اس روایت کو ایک سے زیادہ بار ذکر کرنے سے جو مضمون اور الفاظ کی کمی بیشی ہے وہ بھی اپنے اندر بہت حکمت رکھتی ہے جو مفہوم بیان کرنے میں بہت مدد دیتی ہے اس کے ساتھ ہی میرے جیسے ناخواندہ اور سطحی علم رکھنے والے لوگوں میں اس کو بغور پڑھنے سے کچھ ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب ''رشد'' کے مضامین نگاروں کے ذمہ عموماً اور ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب کے ذمہ خصوصاً لازم آتا ہے امید ہے کہ وہ ہم جیسے عامی لوگوں کی تفہیم کی کوشش کریں گے تاکہ ہم جیسے لوگ بھی ''رشد'' کا مطالعہ کرتے رہیں۔ اس روایت سے فطرتاً پیدا ہونے والے سوالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ کیا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ جماعت کروا رہے تھے جب اُنہوں نے سورہ الفرقان پڑھی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ جماعت میں شریک تھے؟

۲۔ اگر ہشام بن حکیم جماعت کرارہے تھے تو یہ کس وقت کی نماز تھی؟ کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت جہر کر رہے تھے۔

۳۔ کیا آپؐ کی موجودگی میں بھی دوسرے صحابہ کرام جماعت کرالیا کرتے تھے؟ یا فرض کے علاوہ نوافل کی جماعت کرایا کرتے تھے۔

۴۔ اگر ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ انفرادی طور پر نمازِ نفل ادا کر رہے تھے تو کیا اُس وقت ابھی انفرادی نماز ادا کرنے والا بھی اپنی نماز میں قرآنِ کریم جہر پڑھتا تھا؟

۵۔ کوئی نمازی دورانِ نماز جب قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو اُس کو غلطی لگے تو دوسرے کا حق تصحیح کرانا نہیں؟ جس کو لقمہ دینا کہتے ہیں؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے واقف نہیں تھے یا کوئی اور بات ہے۔ وضاحت درکار ہے۔

۶۔ کیا سورہ الفرقان اُس وقت آیات کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے مکمل ہو چکی تھی؟

۷۔ کیا دو یا دو سے زیادہ آدمی انفرادی طور پر اپنی اپنی نماز ادا کر رہے ہوں تو ان کو قراءت جہر کرنی چاہیے یا خفی، اپنی اپنی قراءت پر خیال رکھنا چاہیے یا دوسروں کی قراءت پر؟ جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا؟

۸۔ کیا آپؐ ہر ایک صحابی کو فرداً فرداً قرآنِ کریم کی آیات پڑھایا کرتے تھے اور ہر ایک کو الگ الگ الفاظ یاد کراتے تھے؟

۹۔ کیا اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ دونوں صحابہ کرام نے مختلف طریقوں سے سورہ الفرقان کو پڑھا اور دونوں کو آپؐ نے فرمایا کہ یہ آیت یا سورت ''اس طرح نازل ہوئی''، تسلیم ہے کہ ایک کا پڑھنا تو ایسا ہی تھا جیسا کہ اس وقت قرآنِ کریم میں ہم سورہ الفرقان کو پڑھتے ہیں کیا دوسرے صحابی کا پڑھا ہوا بھی کسی جگہ محفوظ ہے اگر ہے تو کہاں ہے؟ اگر نہیں تو قرآنِ کریم محفوظ کیسے رہا؟

۱۰۔ ''سبعہ احرف'' سات حروف میں سے کسی ایک حرف پر پڑھنے سے جو آسانی مطلوب تھی اُس کا تقاضا ہے کہ ان سات حروف سے سب واقف ہوں جب ان سات میں سے ایک کے سوا کسی دوسرے حرف کا علم ہی نہ ہو تو آسانی کس چیز میں ہوئی؟ کیا یہ بات مہمل نہیں ہو جاتی؟ پھر کسی مہمل بات کو آپؐ کی طرف منسوب کرنا روا ہو سکتا ہے؟

۱۱۔ ''پورا قرآنِ کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے'' پورے قرآن کریم میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں کہیں سے صرف دس آیات مسلسل ''سات حروف'' پر بتا دیں تاکہ کچھ سمجھنے کی کوشش کی جائے؟

۱۲۔ جب کسی ایسی بات کی نسبت آپؐ کی طرف ہو جو آپؐ کے شایانِ شان نہ ہو تو کیا اُس سے بھی اعراض نہیں کیا جا سکتا؟ نہیں تو پھر اس آیت کا مفہوم کیا ہے کہ ''جب تم نے ایسی بات کو سنا (جو آپ کے شایانِ شان نہیں تھی) تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو زیب نہیں دیتا کہ اس طرح کی بات اپنی زبان پر لائیں۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے'' (۱۶:۲۴)

۱۳۔ ایک لفظ یا جملہ قرآنِ کریم ہے لیکن قرآنِ کریم میں موجود نہیں تو اُس کو قرآنِ کریم کی طرح محفوظ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں تاکہ بات سمجھنا آسان ہو؟

۱۴۔ روایات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے علاوہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے دوساتھیوں کے ساتھ بالکل اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ان دونوں واقعات میں پہلے کونسا واقعہ ہوا؟ پھر واقعہ اتنا اہم ہے کہ ایک کے بعد بھی دوسروں پر یہ بات واضح نہ ہوسکی، پھر دونوں صحابہ کرام کو تکذیب کا خیال بھی یکساں ایک جیسا آیا اور دونوں کے سینہ پر ہاتھ مارنے سے تسلی ہوگئی کیا یہ حسن اتفاق ہے؟ یا کوئی اور بات ہے۔

۱۵۔ مشاہدہ میں آنے والی باتوں میں سے جس بات کی سمجھ نہ آئے اُس کو بغیر سمجھے تسلیم کر لینا اگر ضروری ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ حالانکہ قرآنِ کریم کی ہدایت تو یہ ہے کہ ''اور یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو اُن کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے۔'' (۲۵:۷۳) گویا اصل مفہوم کے لحاظ سے اس آیت کا مقصد اللہ کی آیات میں غور وفکر اور اثر پزیری ہے جو تفہیم کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

قارئین کرام کہہ سکتے ہیں کہ میں نے یہ فرضی سوال پیدا کر کے روایات کی تنقیص کی ہے اور خیال نہیں کیا کہ یہ انتخاب امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث رحمہ اللہ کا ہے اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح روایات ہیں ان پر اس طرح کے سوال پیدا کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں! قارئین کرام ایسا کہنے کا حق رکھتے ہیں بلکہ علاوہ ازیں بھی جو کچھ وہ کہنا چاہیں کہیں اور آزادی سے کہیں صرف اتنا خیال کرلیں کہ ان روایات میں جس ذاتِ اقدس کی بات کی جارہی ہے وہ نبی اعظم و آخر ﷺ کی ذات گرامی ہے جو ان روایات کے تمام راویان اور امام بخاری رحمہ اللہ سے زیادہ احترام اور تقویٰ کی حامل ہے بلکہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے آپؐ کی طرف مشاہدہ میں آنے والی کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جس کا کوئی مفہوم ومطلب متعین نہ ہوسکے سراسر زیادتی ہے اس طرح کسی مفہوم کو فرضی طور پر آپؐ کی طرف منسوب کرنا اس زیادتی پر مزید زیادتی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ بات یقیناً کچھ ہوگی لیکن راویانِ حدیث اس کو واضح نہیں کرسکے بلکہ ان کے اس طرح کے بیانات نے قرآنِ کریم کو عام لوگوں کی نظروں میں بھی غیر محفوظ ثابت کردیا ہے اور اہل رشد نے اس کو محفوظ کرنے کے لیے سولہ قرآن الگ الگ طباعت کرنے کے عزم کا اظہار فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ''رشد'' کے تمام مضمون نگاروں نے بھی فرضی سوال پیدا کر کے ان کے فرضی جواب دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک ناکام کوشش ہے جو تمام مضامین میں واضح اور صاف نظر آرہی ہے ہم نے یہ سوال اس لیے اُٹھائے ہیں کہ فرضی سوال اُٹھا کر فرضی جواب دینے والے ان کے جوابات بھی دیں جو روایات کو دیکھنے سے ہر ذہن میں اُٹھتے ہیں۔

ہم مختلف قراءت کا انکار نہیں کر رہے قراءت ایک فن ہے جس کا تعلق محض فن سے ہے اور لحن ولہجہ سے ہے قرآنِ کریم

کی عبارات کو بدلنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے قرآنِ کریم کے الفاظ میں تغیر و تبدل، کمی و بیشی اور غلط ملط کرنے کی کسی انسان کو اجازت نہیں دی جاسکتی خواہ وہ کون ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو؟ ہمارا ایمان ہے کہ آپؐ نے بھی کبھی ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کرنے کا حکم دیا۔ بات اور تھی لیکن بدقسمتی سے کچھ اس طرح گڈمڈ کر دی گئی کہ اس کو خواہ مخواہ ایک چیستاں بنا کر رکھ دیا گیا جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

قرآنِ کریم کو مختلف قراء حضرات کی طرف منسوب کرنا کہ فلاں نے اس طرح پڑھا اور فلاں نے اس طرح اور ہماری اس سرزمین میں فلاں قاری کی قراءت پڑھی جاتی ہے اور فلاں فلاں علاقہ اور ملک میں فلاں فلاں قاری کی قراءت پڑھی جاتی ہے اور یہ تمام قراءتیں آپس میں مختلف ہیں اور سب منزل من اللہ ہیں اس طرح کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے جو نبی اعظم و آخرﷺ کے سینہ اقدس میں نازل کیا گیا ہے شفوی اور سمعی طور پر آپؐ کے حکم کے مطابق مختلف کاتبانِ وحی نے تحریر کیا ہے جس کے باعث رسم الخط میں یقیناً فرق پایا جاتا ہے اور یہ ایک فطری چیز ہے لیکن شفوی اور سمعی صورت میں مکمل طور پر یکساں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے خط کو توقیفی کہا گیا ہے جس میں رد و بدل جائز نہیں۔ ہاں اس کے متن کو اس رسم الخط میں تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ شفوی صوت کو محض لوگوں کی تفہیم کے لیے تحریراً پیش کیا جاسکتا ہے تاکہ عام لوگ بھی جو قراء حضرات سے تلقی بالقبول کے طور پر نہیں پڑھ سکتے وہ حروف کی شناخت سے تلفظ کو صحیح طور پر ادا کرسکیں جس طرح اردو خواں لوگوں کے لیے ناچیز بندہ نے قرآنِ کریم کے متن کے نیچے تجوید الحروف کے لحاظ سے صوتِ قرآنی کو درج کیا ہے جس کو ملک عزیز میں مختلف ادارے طباعت کرا رہے ہیں اور بیرونِ ملک بھی اردو خواں لوگوں کی سہولت کے لیے طبع کیا جارہا ہے۔ اور اس طرح اس کے تلفظ کو دوسری زبانوں میں بھی ان کے اپنے حروف ہجا کے ساتھ متن قرآنی کے تحت پیش کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ قرآنِ کریم صرف عربی بولنے والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے انسانوں کے لیے یکساں ایک جیسا ہے۔ یہی وہ سہولت ہے جو روایات میں بیان کی گئی ہے۔ گویا ''سبعہ احرف'' کی تمام قراءاتیں ہی قرآنِ کریم کے اندر موجود ہیں۔

دنیا میں جتنے حروف ہجا ایجاد کیے گئے ہیں اور مختلف لوگوں کی بول چال میں استعمال ہوتے ہیں جس سے کوئی بھی زبان یعنی بولی معرضِ وجود میں آتی ہے اُس میں ارتقا جاری رہا ہے اس طرح اُس کا رسم املائی بھی ارتقاء حاصل کرتا آیا ہے کر رہا ہے اور کرتا رہے گا لیکن قرآنِ کریم کے رسم الخط کو اس لیے توقیفی کہا گیا ہے کہ وہ رسم ارتقائی صورت کو قبول نہیں کرتا محض اس لیے کہ رسم املائی میں خواہ کتنا بھی ارتقاء ہو شفوی صوت وہی رہے گی وہ بدل نہیں سکتی کیونکہ وہ ''تلقی بالقبول'' کے تحت آپؐ

سے براہ راست حاصل کی گئی ہے اور بدستور اسی طرح آگے چلتی آرہی ہے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ خداوندی ہے جس کے باعث اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ ہاں! کسی علاقہ یا ملک میں بھیجے گئے مصحف اول سے قرآنِ کریم کی طباعت میں قرآنِ کریم کا کوئی لفظ قرآنِ کریم ہی کے کسی دوسرے لفظ کے مطابق بدل گیا ہو اور آگے طباعت اُس طرح ہوتی چلی آرہی ہو تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ قرآنِ کریم میں ہزاروں مقامات پر الفاظ و جملے قرآن کریم کی آیات میں ایکدوسرے کے ساتھ بدل کر آتے ہیں جو ہر صفحہ پر دیکھے جاسکتے ہیں جو حفاظ کے لیے متشابہ کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ قرآنِ کریم میں اختلاف نہیں بلکہ ان کا نزول ہی اس طرح ہوا ہے۔ جب تک نزول جاری رہا اس طرح کے متشابہات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا لیکن قرآنِ کریم کے نزول کی تکمیل کے بعد جب عرضہ آخیرہ میں اس کی تکمیل ہوگئی تو موجودہ ترتیب کے مطابق اگر کسی جملہ یا لفظ پر متشابہ ہوا تو مکمل تحریر نے اُس کو حل کر دیا اور قرآنِ کریم کی ترتیب و تکمیل کے بعد اس طرح کے متشابہات خود بخود ختم ہو گئے اب جو لفظ جس مقام پر آیا وہ اُس مقام پر اس طرح پڑھا جائے گا اگرچہ بدل کر پڑھنے سے بھی وہ قرآن ہی رہے گا کیونکہ قرآنِ کریم کے کسی دوسرے مقام پر موجود ہے جس کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ گذشتہ روایت میں جس سورت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی سورہ الفرقان کا اس میں بھی بدستور ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں صرف غور وفکر کی ضرورت ہے جو ہمارے ہاں مفقود ہے۔

16/ ستمبر 2009ء کو ایک دوست کا فون آیا جس نے ''رشد'' کے قراءات نمبر کا ذکر کیا مجھے معلوم نہیں تھا میں نے عدم علم کا ذکر کیا تو اُس نے مجھے کچھ کاغذات بھجوا دیئے جن میں بعض سوال درج تھے بعض میں واویلا تھا کہ ''رشد'' نے کیا تحریر کر دیا۔ پھر کراچی سے ایک دوست کا فون اور بعد ازیں ایک مضمون دیکھنے کے لیے ملا جس کے باعث ناچیز بندہ کی توجہ اس طرح مبذول ہوئی۔ مختصر یہ کہ میں نے ''رشد'' کی دوسری جلد منگوائی کہ پہلی ختم ہو چکی تھی جو بعد میں ایک جہانیاں کے دوست نے مجھے روانہ کر دی دونوں جلدوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کام یقیناً ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہو رہا ہے کیونکہ اتنا بڑا جو نتیجہ کے لحاظ سے محض فضول کام ہے کوئی بھی خیراتی ادارہ اپنے ذمہ نہیں لے سکتا۔

ایک عرصہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ دوست کے ساتھ مل کر کراچی مفتی رشید احمد صاحب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں طلباء کو جس حال میں میں نے دیکھا باہر آکر میں نے اپنے بزرگ دوست سے عرض کیا کہ یہ لوگ جو وہاں بیٹھے تھے طلباء تھے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ ہاں طلباء ہیں۔ میں نے عرض کیا مدرسہ کے طلباء تو معلوم نہیں ہوتے چونکہ آپ فرما رہے ہیں اس لیے مجھے خاموش رہنا ہی بہتر ہے لیکن چند دنوں ہی کے بعد معلوم ہو گیا کہ وہ طلباء نہیں تھے بلکہ طالبان تھے۔ اُس

وقت افغانستان میں جہاد جاری تھا اور فلسطین و کشمیر میں بھی زور وشور سے کام ہو رہا تھا کہ ہر زبان پر طالبان، اسلام اور جہاد کا راگ شروع ہو گیا پھر جو کچھ ہوا وہ ہر آنکھ نے دیکھا اور جو کچھ ہو رہا ہے ہر آنکھ دیکھ رہی ہے تاہم ایسا ہونے کی وجوہات کا سب کو علم نہیں بلکہ بہت ہی کم لوگوں کو علم ہے۔

مختلف قراءات کا معاملہ بھی بارہ تیرہ سو سال سے جاری ہے اور تقریباً ہر دور میں اس کا ذکر ہوتا آیا ہے ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا لیکن مختلف قراءات کے باعث مستقل بیس قرآنِ کریم کے طبع ہونے کی بات اس نئے اسلامی جہاد کے معاً بعد شروع ہو جانا اور اس پر باقاعدہ کام کا آغاز ہونا کسی مدرسہ کے طلباء کا کام نہیں بلکہ یہ اُس تحریک کا کام ہے جو پوری اسلامی دنیا میں تمام حکمرانوں کے آنکھوں میں نمک چھڑک کر باور کرا رہی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں کسی وبائی مرض کا عارضہ ہو رہا ہے جس کا علاج صرف اور صرف اس تحریک کے پاس ہے اور تمام اسلامی ممالک کے حکمران اس تحریک کے شکر گذار ہو رہے ہیں۔

جہاد اسلام کا کام تھا اور قرآنِ کریم اسلام کی تھیوری ہے ظاہر ہے کہ اسلام کا نام جہاں بھی اور جب بھی آئے گا تو علمائے اسلام ہی اس کا بیڑا اُٹھا سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاد کا کام بھی علمائے اسلام کے توسط سے شروع ہوا اور اسلامی حکومتیں ان کی نگران تھیں، ہیں اور رہیں گی بالکل اسی طرح اب قرآنِ کریم کا کام شروع ہوا ہے تو وہ بھی علمائے اسلام ہی کے توسط سے شروع ہونا چاہیے۔ پھر جب جہاد پہلے والا جہاد نہیں رہا بلکہ وہ نئی مختلف اقسام میں تقسیم ہو گیا ہے تو قرآنِ کریم کو بھی پہلے والا قرآن نہیں رہنا چاہیے اُس کا نئی اور مختلف اقسام میں تقسیم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جہاد اور قرآن دونوں لازم و ملزوم ہیں جب ایک میں تغیر و تبدل ہوا ہے تو دوسرے میں آخر کیوں نہ ہو۔

آج 10/فروری 2010ء تک ''رشد'' کی تیسری جلد میں نے نہیں دیکھی وہ طبع ہو کر آ چکی ہے یا نہیں میرے علم میں نہ ہے جب تیسری جلد بھی طبع ہو کر آئے گی تو اُس کا جائزہ لینے کے بعد اس کا جائزہ گذشتہ دونوں جلدوں پر جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اُس کے ساتھ ملایا جائے گا پھر ان شاء اللہ اس کی طباعت کا بندوبست بھی ہو گا اس طرح ''رشد'' پر جو کچھ لکھا گیا ہے ان شاء اللہ کم و بیش چار صد صفحات کی ایک جلد معرض وجود میں آ جائے گی فی الحال ''سبعہ احرف'' کا یہ ابتدائیہ کتابت کے مراحل سے گذار کر دوستوں کو بھیجا جا رہا ہے جنہوں نے بیسیوں سوالات مجھے بھیجے ہیں ان کے سوالات کے جوابات ان شاء اللہ وقت آنے پر طباعت کے بعد ان کی خدمت میں پیش کروں گا بشرطیکہ زندہ رہا۔

۞۞۞

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ۔گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: شیخ صلاح الدین‘فون۔0992-334699‘موبائل0321-9813250	بروز جمعہ	بعدنماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق‘ مکان نمبر302‘ سٹریٹ نمبر57‘ سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق‘فون نمبر051-2290900‘موبائل:0333-5489276	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی‘ بیت الحمد‘180-AB-4‘ شادمان کالونی‘ ایم۔اے جناح روڈ‘ رابطہ میاں احمد علی:0442-527325‘موبائل:0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن‘پوسٹ آفس فوجی ملز‘نزد بیکن ہاؤس سکول۔رابطہ فون نمبر:	ہرماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز‘زرعی سروس‘ڈیرہ غازی خان۔رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔موبائل:0331-8601520	ہرماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	11/9-W‘ گوجر چوک (گنبدوالی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج‘فون:047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعدنماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری‘B-12‘ حیدر آباد ٹاؤن‘فیز نمبر2‘ قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔رابطہ فون:022-654906	بروز جمعہ	بعدنماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور‘کمرہ نمبر114‘فیضان پلازہ۔کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ‘موبائل:0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود‘مکان نمبر14/A‘ گلی نمبر4‘ راہِ طلوع اسلام‘جنجوعہ ٹاؤن‘اڈیالہ روڈ‘ نزد جراہی سٹاپ‘راولپنڈی۔رابطہ: رہائش:051-5573299‘موبائل:0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان‘ محلّہ نظام آباد‘وارڈ نمبر9 خان پور‘ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔فون نمبر گھر:068-5575696‘دفتر:068-5577839	بروز جمعہ	3PM

سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی' سٹی ہاؤس' سٹی سٹریٹ' شہاب پورہ روڈ' رابطہ: محمد حنیف' 03007158446۔ محمد طاہر بٹ' 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM
سرگودھا	4-B' گلی نمبر 7' بلاک 21' نزد مکی مسجد چاندنی چوک' رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر' فرسٹ فلور' مین ڈگلس پورہ بازار' رابطہ: محمد عقیل حیدر' موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور' سوات	فتح پور' سوات' رابطہ: خورشید انور' فون: 0946600277' موبائل: 0303-8621733	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام' سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد' فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر' عبداللہ ہارون روڈ' رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083' موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16' گلشن مارکیٹ' کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409' موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ وزڈم سنٹر' ڈی۔2' گراؤنڈ فلور' ڈیفنس ویؤنز دا اقراء یونیورسٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 021-35801701' موبائل: 0333-2121992' محمود الحسن۔ فون: 021-35407331	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 081-825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری' گل روڈ' سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	25-B' گلبرگ 2' (نزد مین مارکیٹ' مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلّہ جاڑل شاہ' رابطہ فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد' (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1' محلّہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-502878	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی' صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان' معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق' محلّہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ' (حجرہ ریاض الامین صاحب)' (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز' مردان روڈ' صوابی) فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہو چکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔ شکریہ

مقصودِ اقبالؒ

اسد ملتانی

یہ مکالمہ علامہ محمد اقبالؒ اور غلام احمد پرویز کے درمیان ہوا تھا جسے علامہ اقبالؒ کے تلمیذ علامہ اسد ملتانی مرحوم نے نظم کا لباس پہنا دیا ہے (ادارہ)

کہا اقباؔل سے اک ہمنشیں نے سخن تیرا شرابِ آتشیں ہے
کچھ اس انداز سے گرما دے دِل کہ اب تسکین ممکن ہی نہیں ہے
حرارت ہے ترے سوزِ نوا کی کہ بجلی سی دلوں میں جاگزیں ہے
کلامِ شاعراں پرورں عصر مگر تیرا سخن عصر آفریں ہے
اثر میں ہے یہ صُورِ محشر انگیز کشش میں نغمۂ خُلد بریں ہے
بدل ڈالا مذاق اس نے ہمارا دل اب طرزِ کہن پر نکتہ چیں ہے
ترے اشعار پڑھ کر اب نظر میں
کسی کی شاعری جچتی نہیں ہے
یہ سُن کر حضرتِ اقباؔل بولے فقط لطفِ سخن کافی نہیں ہے
زمینِ شعر ہی میں گم نہ ہو جا فلک وہ ڈھونڈ جس کی یہ زمیں ہے
مرے فکرِ فلک پیما کی پرواز ادب پرورِ روحُ الامیں ہے
فروغِ عشق و سوزِ آرزو سے سخن میرا تب و تاب آفریں ہے
مگر میرے سخن کی روشنی بھی ''چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے''
میرے اشعار میں پھنس کر نہ رہ جا اگر تو سالکِ راہِ یقیں ہے
تری نظروں میں ہیں میری تصانیف مری نظروں میں قرآنِ مُبین ہے
گذر جانا مری بزم سخن سے رہِ قرآں میں گامِ اولیں ہے
جو تو اس طرح قرآں تک پہنچ جائے تو حاصلِ دولتِ دنیا و دیں ہے
محیطِ کائناتِ دل ہے قرآں
نظر کی آخری منزل ہے قرآں

سانحہ ارتحال

شاہ عالم خان' کانجو' سوات طویل علالت کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم بزم طلوع اسلام' سوات کے مخلص اور قدیمی کارکن تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے۔ ادارہ مرحوم کے اعزہ واقربا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

آپ کی شکایت

یہ بھی درست کہ رسالہ نہیں پہنچایا وقت پر نہیں ملا **اور یہ بھی** کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوئی یا اس میں کوئی فروگزاشت ہوئی۔

لیکن کیا آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ آپ نے

۱۔ تبدیلی پتہ کی بروقت اطلاع دی ہے یا نہیں۔

۲۔ خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر لکھا ہے یا نہیں۔

۳۔ زرشرکت ادا ہوا ہے یا نہیں۔

۴۔ اپنے علاقے کے پوسٹ کوڈ/ ٹیلی فون نمبر کی بھی اطلاع دیں۔

محترم خریدارانِ طلوع اسلام!

آپ کو مجلّہ طلوع اسلام جب بذریعہ ڈاک موصول ہو تو براہِ کرم لفافہ کو پھینکنے سے پہلے اس کے اوپر اپنے زرِشرکت سے متعلق تحریر کو ضرور پڑھئے جس پر آپ کا خریداری نمبر اور جس مہینہ اور سال تک آپ نے زرِشرکت ادا کیا ہو' وہ مہینہ اور سال اس طرح لکھا ہوتا ہے:

Subscription Paid Up to 12/2009

اس طرح آپ کو ادا شدہ یا واجب الادا زرِشرکت سے متعلق ایک نظر ڈالنے پر معلوم ہوتا رہے گا۔ نیز زرِشرکت بھیجتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ ایڈریس کی تبدیلی کی صورت میں مہینہ کی 15 تاریخ تک ادارہ کو مطلع کیجئے تا کہ اس ماہ کا پرچہ آپ کے نئے پتہ پر ارسال کیا جا سکے۔

(ادارہ طلوع اسلام)

JIHAD IS NOT TERRORISM

SLAVERY

By
Ghulam Ahmad Parwez
English Rendering by
Shahid Chaudhry

================================

What is human history? It is a story of the hunter and the prey written in blood. Every section of this story is both gruesome and pathetic. But the most morbid part is slavery being a disgraceful blot on humanity. What can be worse than considering fellow human beings your chattel and keep them like cattle? Even this comparison does not give the true picture of the conditions of slaves. The owner of cattle does not throw them to the wolves. But slaves have been actors in this drama too. The best loved diversion of the innately barbarous and inhuman Romans was to throw a helpless slave into the cage of a hungry lion and watch them fight for dear life. Special arenas were prepared for this "sport".

When the last Messenger began his ministry, he saw that slaves were an important part of the society. But, for this flag-bearer of human equality that he was, this ignominy to humanity was intolerable. He declared that it is not legal for a man to consider another man his property. All men are human beings and therefore equal. This is against human honour and dignity that man should be considered a commodity or cattle. Freedom is the birth- right of man. In a human society slavery should come to an end.

Prisoners of War

At that time, the tradition in the world was that the prisoners of war were taken slaves and subsequently their children were considered born slaves. The Quran closed this fountainhead of slavery. It prohibited making slaves of prisoners of war. They would be released either by taking ransom or in good faith.

> Now when you meet in battle your opponents then it is smiting of the necks until you have routed them; then bind fast the bonds; then either give them a free dismissal afterwards or exact a ransom. (47:4)

Slaves of pre-Quranic Times

The prisoners of war till their release remained State guests. After the closure of the fountain the river of slavery would have dried up on its own. But some time was

required for this drying up process. The river already had some water and an outlet for it had to be made. At that time slaves were a common feature of almost every Arab household. Slaves worked on their agricultural lands and slave girls did household chores. In this way they had become an integral part of their social and economic life. By freeing them in one stroke would have created complete disorder and chaos in the Arab society of the time. Not only the masters but also the slaves would have found themselves in difficulties. Besides, the Muslims themselves were not in a position to make proper arrangements for all the freed slaves. Therefore, the circumstances demanded that the process of freeing the slaves and the slave girls be carried out in steps and not *en bloc*. Moreover, only in this way they could have adjusted to the demands of a free society. These slaves, as said earlier, already existed in the Arab society. The Quran has called them *maa-malakat aymaanukum* ['those who are in your possession']. All orders of the Quran in the context of slavery are for these slaves only. Once they gained freedom, the very concept of slavery met its doom. For the slaves who existed were slowly but steadily absorbed in the free society and there was no scope for recruiting new ones. The phrase *maa-malakat aymaanukum* is in the past tense. At every place in the Quran only this tense is used for the slaves. This shows that the Quran is referring to only those slaves and slave girls who already existed in the Arab society.

Methods

The Quran employed various methods for the emancipation and betterment of the slaves who already existed (*maa-malakat aymaanukum*) in the Arab society. First of all it encouraged people to free slaves. The Muslims were urged to be kind and considerate to their slaves. They were told that to emancipate a slave was a meritorious act. They could atone for some of their offences by setting a slave free.

> A Muslim would never kill another Muslim except by mistake. If he kills another Muslim by mistake he should set free a believing slave and pay blood money to the family of the deceased. (4:92)

> Freeing the slaves was also to atone for frivolous oaths.
> *kiswatuhum awtah-reeru raqabah.*
> (If you have taken an oath not to partake a particular lawful thing, mind it that) Allah holds you accountable only for oaths taken with serious intent and not for frivolous oaths. The atonement for breaking serious oaths is the feeding of ten poor persons with such food as your family eats, or providing clothes to them or setting a slave free. (5:89)

If a person in a fit of anger calls his wife his mother (to declare his intention of not having any sexual relationship with her at all), this was called *zihar*. This practice now became an offence and could be atoned by setting a slave free.

But those who pronounce the word *Zihar* (mother etc. in state of anger) to their wives then wish to go back on the words they uttered, (it is ordained that such a one) should free a slave. (58:3)

Today, it is hard to understand the difficulty the Arabs had to undergo in such atonements; we can hardly imagine how valuable a slave was to them; it immensely affected their social and economic life because slaves had become part and parcel of their society. In such circumstances it was an act of great courage to free a slave. Hence the Quran has compared it with scaling a mountain during which man loses his breath at every step.

> (But even after these facts) man does not gather strength to scale a mountain. And do you know what scaling a mountain means? It is freeing a slave. (90:11-13)

Manumission

If a slave was noticed to possess the potential to contribute positively to the society by being a free person, a deed for his emancipation was written. Besides, he was given economic support to begin a new life.

> And if any of your slaves ask for a deed in writing (for emancipation) then give them such a deed if you know any good in them; besides, give them something yourselves out of the means which Allah has given to you. (24:33)

After this, the Quran said that marriages of the slaves and the slave girls should be solemnised so that they may begin their family lives and thereby become virtuous members of the society.

> Marry those among you who are single, and the eligible ones among your slaves, male or female. (24:32)

It was decreed that not just the slaves but also 'free' citizens should marry the slave girls.

> Whoever amongst you cannot afford to marry a free believing woman may marry a believing slave girl. If you marry a slave girl do not treat her as inferior (because once she accepts Islam and marries you she is at par with others). Allah knows all about your *Eiman* (conviction in the Divine Order

> and following it. Remember the only consideration for distinction is *Eiman*, otherwise) the one of you is as the other. (4:25)

Good Behaviour

The masters were instructed to behave properly with good manners with your slaves; one's behaviour towards them should be as good as it was towards one's parents and other near relatives.

> And in dealing with your relatives you must strictly adhere to the laws of Allah and no manmade law should be mixed with them. Accordingly you should do well to: a. parents, b. kin-folk, c. orphans, d. others in need, e. neighbors irrespective of whether they are your relatives or not, f. way-farers who stand in need of your help, and g. those in your charge (slaves) or those who work under you. Allah does not like those who are proud and boastful. (4:36)

Sexual Exploitation

The Arabs, during *jaaheliya* (the pre-Islam Age of Ignorance), as per their custom, maintained sexual relations with their slave girls but never gave them the social status of wives. According to the Quran, that was wrong. If a slave girl has not been freed for one reason or another and the master enjoys sex with her, it was his duty to elevate her to the status of a wife. In this way the Quran by one stroke of the pen changed the derogatory position of a slave girl to the high and axiomatic status of a wife. Their illicit relationships were made lawful. And by giving axiomatic status to the strangeness of their relationship the Quran provided them with equality in marital life and their children were also given due social and legal standing at par with others.

> (Who will be successful?) They are those who guard their modesty. (Successful are those who guard themselves against unlawful sex and every kind of sex perversion). But (lawful) sex with wife or slave girl (elevated to the status of wife) is permitted. (23:5-6)

End of Slavery

Thus the Quran brought an end to slavery. The problem of slaves who already existed in the Arab society was solved and the sources of recruiting new slaves were closed forever. Now the question is: why are methods of eradicating slavery still mentioned in the Quran? The answer is simple: if any community, engrossed with the problem of slavery, embraces Islam then the Islamic State has laws to tackle this predicament.

The Re-emergence of Slavery

With the replacement of Islamic political system by monarchy, the Muslim society again adopted the customs and traditions of *jaaheliya* (ignorant or uncivilised people). This un-Islamic way of life was accepted with such enthusiasm that it has become difficult to find an era in which slave girls in thousands were not present in harems of Muslim sultans. One may ask as to why Muslims reverted to the 'Age of Ignorance' when they had with them the Quran with such clear instructions? Well, they have a backdoor called the Tradition literature through which every brigand thought or act can undauntedly emerge. Therefore, Traditions (*Hadith*) were fabricated in favour of exploiting slave girls. And the tragedy is that these inhuman thoughts and shameless slanders have been attributed to the last Messenger whose piety, modesty, integrity and self-control is beyond doubt. In the six True Books of Tradition (*sihaah e sitta*), there exist such absurd Traditions regarding slave girls that embarrass even the most shameless. We do not have the heart to reproduce them here. Nations opposed to Islam have declared that slavery and prostitution are crime but in the sacred city of Mecca slave girls are openly sold. [1]

> Oh, would that I had died before this and had become a thing of naught, forgotten! (19:23)

This is all due to the Tradition (*hadith*) literature because the Quran had put an end to slavery at a time when no nation had the wisdom to think on these lines. Today's Muslims continue to announce proudly from their pulpits and platforms that Islam put an end to slavery. Yet they themselves are the slaves of tradition and religious folklore.

REFERENCES

Collected Works of Mahatma Gandhi (online) (1998-2007) Berlin: GandhiServe Foundation. <http://www.gandhiserve.org/cwmg/cwmg.html>

Iqbal, M. (1935) *Baal-e-Jibril*.

Briffault, R. (1919) *The Making of Humanity*. London: George Allen & Unwin Ltd.

Dorsey, G. A. (1931) *Civilisation*. London: Hamilton.

Freud, S. (1953) *Civilisation, War and Death*. London: Hogarth Press and the Institute of Psycho-Analysis.

Inge, W. R. (1910) *The Fall of the Idols* London: Putnam.

Gregory, R. (1940) *Religion in Science and Civilisation*. London: Macmillan & Co. Ltd.

Mencken, H. L. (1934) *Treatise on Right and Wrong*. New York: Alfred A. Knopf.

================

[1] (G.A. Parwez's note): In 1963 press reports indicated that the government of Saudi Arabia had banned slavery. If this is correct then it is a welcome sign.

ISLAM AND MEDICINE

By

Dr. Saba Anwar

================================

Islam teaches individuals and societies how to live a physically, mentally and morally upright life. The Islamic legal system, derived from Quran aims at creating a healthy environment that will have a positive effect on individual's physical, mental and spiritual development.

At a physical level Quran encourages healthy eating and at the same time forbid all substances that cause bodily harm: intoxicants, drugs and so forth. Fruits and vegetables, dates, yogurt, honey, black seeds are specially emphasized for their nutritious quality and healthy benefits. The Quran also addresses various diseases, specially of heart, which often lead to direct or indirect physical and mental ailments. But its primary focus is on moral and ethical diseases. The Quran itself is referred to as book of healing.

From an Islamic perspective health is viewed as one of the greatest blessings that God has bestowed on mankind. Health is indeed a favour that we take for granted. We should express gratitude to God for bestowing us with health and we should try our upmost to look after it. God has entrusted us with our bodies for a set period of time. He will hold us to account on how we looked after and utilized our bodies and health.

Healthy living is a part and parcel of Islam. Quran outlines the teachings that show every Muslim how to protect his health and live life in a state of purity. Daily prayers, fasting, healthy wholesome food in moderate quantity and prohibition of intoxicants automatically lead to a healthy lifestyle.

May we all live life in a state of purity and utilize it with our best efforts and devotion. Ameen.

===================

ENJOY YOUR STAY AT

NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

- T.V. & FAX
- TELEPHONE EXCHANGE
- LIFT, INTERNET
- AIR-CONDITIONED
- CAR PARKING
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com

ENGLISH PAMPHLETS BY IDARA TOLU-E-ISLAM

- Are All Religions Alike
- As-Salaat (Gist)
- Economics System of the Holy Quran
- Family Planning
- How Sects can be Dissolved?
- Human Fundamental Rights
- Is Islam a Failure?
- Islamic Ideology
- Man & God
- Man & War
- Quranic Constitution in an Islamic State
- Quranic Permanent Values
- Rise and Fall of Nation
- Story of Pakistan
- The Individual or the State
- Unity of Faith
- Universal Myths
- What is Islam?
- Who Are The Ulema?
- Why Do We Celebrate Eid?
- Why Do We Lack Character?
- Why is Islam the Only True Deen?
- Woman in the Light of Quran